خوابِ ہستی

آغا حشر کاشمیری



اُردو مرکز
گنپت روڈ - لاہور

مکمل ڈراما

خوابِ ہستی

تصنیف

آغا محمد شاہ حشر کاشمیری مرحوم و مغفور

ترتیب

عشرت رحمانی

اردو مرکز گنپت روڈ۔ لاہور

اُردو اکیڈیمی سندھ
رحمت بلڈنگ ۔ نزد مسافر خانہ
کراچی

بارِ اوّل

۱۹۵۴ء

ظہیر الدین نے تعلیمی پریس میں چھپوا کر اُردو مرکز لاہور سے شائع کیا۔

دیباچہ

آغا حشر کا دور ڈرامے میں تفکر اور ادبی سنجیدگی کا دور نہ تھا۔ وہ اسٹیج کے ان ڈراموں کا دور تھا جب کہ زندگی کی بھونڈی نقلیں پیش کر کے عوام کے لئے تفریح و تفنن کے اسباب مہیا کرنا اس فن کا کمال تصور کیا جاتا تھا۔ عام طور پر یوں تو ہر دور میں ہندوستانی اسٹیج کے ڈرامے میں ادبی سنجیدگی اور فکر و صلابت کی تلاش ضروری نہیں۔ کیونکہ ہمارا اسٹیج اور ڈراما جدید ترقی یافتہ منزل تک پہنچنے سے پہلے ہی معدوم ہو گیا۔ فکر و عمل کا سنجیدہ کردار ترقی یافتہ اسٹیج کے ڈرامے کا ایک لازمہ سمجھا جاتا ہے۔ لیکن کسی ڈرامے کے بارے میں یہ کہنا کہ اس کے واقعات میں زندگی کے عین مطابق حقیقت نہیں پائی جاتی۔ ڈرامے کے فنی اقدار کے شایاں نہیں آرٹ اور فن کا ہر شعبہ اپنی انفرادی قدروں کا حامل ہوتا ہے۔ فن برائے زندگی کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ وہ زندگی کے عین مطابق ہے۔ بلکہ مماثل ضرور ہونا چاہیئے۔ اسی طرح ڈراما جو آرٹ کا ایک اہم شعبہ ہے اپنی پرانی اور نئی ہر قدر میں انسانی زندگی کی حقیقت نہیں بلکہ اس کی تمثیل ہے۔ اس لئے اس کو اسی کی فنی اقدار کی روشنی میں تمثیل سمجھ کر پرکھنا مناسب ہے۔ وہ حیاتِ انسانی کے مماثل کردار کی نقل تو ہو مگر اصل نہیں۔ کسی فرد یا شخصیت کی تصویر ہے۔ اصل شخصیت نہیں۔ آج کل کے بعض نقاد اپنے فکری تجسس سے آغا حشر کے ڈراموں پر چند بے سر و پا اعتراض کر کے ایک نکتہ یہ بیان کرتے ہیں کہ حشر کے ڈرامے میں زندگی نہیں پائی جاتی۔ مبالغہ آرائی اور لفاظی بہت ہے۔ ہم عام زندگی میں یوں نہیں کرتے یا نہیں سوچتے۔

لیکن وہ اس قسم کے اعتراضات کے وقت یہ بات بھول جاتے ہیں۔ کہ ڈرامے کی طرح شاعری بھی ایک فنِ لطیف ہے اس میں بھی حیاتِ انسانی کے عام کردار اُن کے خیالات و جذبات کی مصوری لازمی ہے۔ لیکن مبالغہ شعر کے محاسن میں شامل ہے۔ اور کسی عام خیال یا جذبہ کے اظہار کے لئے نئی نئی تراکیب و اسالیب ادا تراشنا حسن سمجھا جاتا ہے۔ متقدمین سے لیکر آج تک کے تمام باکمال شعراء کے ذخیرۂ کلام میں ایسے اشعار کی تعداد کم نہیں پائی جاتی جو استعارہ۔ کنایہ اور مبالغہ سے پاک عام گفتگو کے انداز میں کہے گئے ہوں۔

اس کلیہ کو سامنے رکھنے کے بعد کہ شاعری کی طرح ڈراما بھی خیالات و جذبات کی عکاسی کا فن ہے۔ ہر اہلِ نظر اس حقیقت سے اتفاق کرتا ہے کہ ڈرامے میں حقیقت کا عکس تلاش کرنا منصفی ہے۔ اور اصل کے خدوخال ڈھونڈھنا قطعی نامناسب۔ اور ہٹ دھرمی ہے۔ البتہ دیکھنے کی یہ بات ہے کہ یہ مصوری یا عکاسی بھدی۔ بھونڈی ہے یا حسین و لطیف۔ اور نکھ سکھ سے درست۔ موزوں و متناسب۔

حیاتِ انسانی کی مختلف کیفیات اور گوناگوں حقائق کی موزوں خوشنما اور دلکش نقالی یا مصوری ڈراما نگاری کی اصل حقیقت ہے۔ آرٹ کے ہر شعبہ میں کسی فنکار کی تخلیقات اس کے عہد کے محرکات و تاثرات کی بھی بڑی حد تک آئینہ دار ہوتی ہیں۔ جیسا کہ شروع میں بیان کیا گیا۔ آغا حشر کے فن کی جس عہد میں ابتداء اور نشوونما ہوئی وہ فنی سنجیدگی کا نہیں "فن برائے تفنن" کا عہد تھا۔ اس عہد کے فنکار اپنے ماحول اور زمانہ کے محرکات کے زیر اثر زیادہ تر بھونڈی اور بے ڈھنگی نقالی کو اصلِ فن سمجھتے تھے۔ آغا حشر آغاز کار میں اپنے گروہ سے انحراف کرتے تو ضرورتِ وقت ان سے منحرف ہو کر ان کی فنی تخلیق کی متحمل نہ ہوتی۔

اور زمانہ کو ان کی بغاوت کی قبولیت سے انکار ہوتا۔ چنانچہ انہوں نے اپنا روایت کی روشنی میں اپنے فنی سفر کا آغاز کیا اور رفتہ رفتہ اصلاح و ترقی پسند طبیعت تناسب و موزونیت کی راہیں پیدا کر کے نئی منزل کی تلاش میں مصروف رہی۔ اور آخر۔ نئے سلیقہ اور نئے شعور کے ساتھ روایت کی ناہمواری کو بڑی حد تک اپنی راہ پر لا کر انقلابی موزونیت اور ارتقائی تشکیل کا مظہر بنا دیا۔ اس لحاظ سے حشر کو اپنے دور کا مصلح اور ترقی یافتہ فن کار تسلیم کیا گیا۔ ان کے پیشرو اور معاصر فنکاروں میں سب کے سب اپنے اپنے رنگ میں ایک ہی انداز اور ایک ہی قسم کے دور رہے ہیں۔ ان میں سے بعض حضرات کے یہاں آغاز سے آخر تک اگر ترقی نظر آتی ہے تو ابتدائی خامیوں اور کمیوں کی اصلاح ہو کر پختگی کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ کوئی خاص تبدیلی نمایاں نہیں ہوتی۔ لیکن حشر کی تخلیقات کے ابتداء سے آخر تک چار ادوار ان کے فن کی تدریجی و انقلابی ترقی کے ایسے مظاہرے ہیں جن میں زبان۔ بیان۔ خیالات اسلوب و ادا ہر انداز ایک سے دوسرے دور میں ارتقا کے بیّن نمونے پیش کرتا ہے۔ اور فنی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لئے اردو ڈرامے کی پامالی قدامت سے مناسب گریز اور معقول بغاوت اختیار کر کے ایک طرف ذوقِ عامہ کی تسکین و تفریح کا سامان مہیا کیا اور دوسری طرف اس کی اصلاح کا اہم فرض بھی انجام دیا۔ قدیم اسٹیج کو فنی تملق اور تصنع سے آزاد کرنے میں حشر کا بڑا حصہ ہے۔ اسٹیج کی تمثیل نگاری میں جدت و ندرت اور فکر و عمل کے جو مظاہرے حشر نے اپنے دور کی مروجہ بندشوں اور پابندیوں کے باوجود ... کر دکھائے۔ یہ ان کے قادرانہ کمال کا اعلیٰ کرشمہ تھا۔ گو تدبیر کاری کی بعض خامیاں اور جذبات نگاری میں شدت ... جو ان کے دور کا خاصہ تھی۔ حشر کے ڈراموں کو ایک حد تک فکری سنجیدگی کا نمونہ نہیں بننے دیتی لیکن ان کے آخری دور کی تصانیف میں ادبیت اور صلابت و تفکر بڑی حد تک نمایاں ہیں۔

چونکہ ان میں سے اکثر ڈرامے شائع نہیں ہوئے اور اہلِ نظر کے مطالعہ سے نہیں گزرے اس لئے بعض نقادوں نے عام طور پر ان کے ابتدائی ادوار کے ان ڈراموں ہی پر تنقید و تبصرہ کیا ہے جو ایکٹروں کی زبانی لکھے گئے اور ناقص و مسخ صورت میں شائع ہوئے اور انہیں اغلاط کے طومار کو سامنے رکھکر رائے قائم کرلی کہ "حشر کے ڈراموں میں نہ تخئیل و تفکر کی سنجیدگی ہے اور نہ صلابت و ادبیت"۔ حشر کے قدیم ڈراموں کی نسبت جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے یہ کہنا بڑی حد تک درست و بجا۔ لیکن اردو میں "رستم و سہراب"۔ اور ہندی میں "بھیشم پرتگیا"۔ اور "سیتا بن باس" پڑھنے کے بعد انصاف پسند نقاد اپنی اس رائے پر نظر ثانی کرنے کے لئے مجبور ہوں گے۔ ان ڈراموں کے علاوہ تیسرے دور کے بعض ڈراموں کے اکثر حصے ان خصائص سے خالی نظر نہیں آتے مگر چونکہ حشر کے تمام ڈرامے اسٹیج کے لئے لکھے گئے ان کے ڈراموں میں کتابی ڈرامے کی ادبیت اور فکری سنجیدگی کی جستجو تحصیل حاصل ہے۔ حشر کی قدیم تصانیف کی طباعت و اشاعت جن غیر ذمہ دار ہاتھوں میں ہوتی رہی اس کے پیشِ نظر یہ امر مسلّم ہے کہ ۱۹۵۲ء تک کے تمام مطبوعہ ڈرامے اپنی اصل سے بہت دور ہیں اور ان کی ہیئت کو اغلاط کی کثرت نے کچھ کا کچھ بنا ڈالا ہے۔ تصانیفِ حشر کا جو جدید سلسلہ نئے اہتمام سے پیش کیا جا رہا ہے اس کا اہم مقصد یہی ہے کہ ان کی کامل تصحیح ہو سکے۔ اور حتی الامکان ان کو اصل مسودات کے مطابق بنانے کی سعی کی جا سکے۔

ڈراما "خوابِ ہستی" آغا صاحب مرحوم کے تیسرے دور کی پہلی سماجی تمثیل ہے۔ اور نیو الفریڈ تھیٹریکل کمپنی بمبئی کی ملازمت کے دوران کا پہلا کارنامہ۔ جس میں ان کا خصوصی انداز جلوہ گر ہے اور مکالموں میں مقفیٰ عبارت کے باوجود ادبیت کا رنگ ہے۔ اسلوب بیان میں ترقی کی طرف قدم نمایاں ہے۔ پلاٹ عام زندگی سے ماخوذ اور ان معترضین کا جواب ہے جن کے نزدیک حشر محض شاہی کردار اور

پُرشکوہ ماحول ہی کے عکاس ہیں۔ اس ڈرامے کے پلاٹ میں مُلکی معاشرت کی عام تصویریں جیتی جاگتی نظر آتی ہیں۔ اور جاگیردارانہ ذہنیت کی آویزشیں بے نقاب ہوتی ہیں۔ تدبیر کاری میں بھی بڑی حد تک تناسب ہے۔ کشمکش اور وسعت کیساتھ کردار نگاری میں پختگی اور ہمواری ہے۔ مکالموں میں کہیں قدیم اسٹیج کا تصنع ہے اور اکثر مقامات پر جذبات نگاری۔ عمل اور کردار میں فطری موزونیت پائی جاتی ہے۔ گانوں میں جدت اور تنوع دلکش حد تک ہے۔ الفاظ میں ترنّم۔ ادائیگی میں برجستگی اور شگفتگی وہ خصائص ہیں۔ جو نغمہ نگاری کا لطیف و پُرکیف معیار پیش کرتی ہیں۔

اور حشر اس خصوصیت میں اپنے تمام معاصرین سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ کومک کے سلسلہ میں اس سے پہلے کا عام انداز یہ تھا کہ ڈرامے کے اصل پلاٹ سے جُدا کانوں پنا چسپاں کر کے تماشائیوں کو ہنسنے ہنسانے کے عامیانہ سامان فراہم کئے جائیں۔ خواب ہستی میں آغا صاحب نے اس انداز میں یہ جدت کی ہے کہ مزاحیہ کردار اصل قصہ کا جزو رہیں۔ البتہ ظرافت کا اسلوب سنجیدہ نہیں۔ کیونکہ اس دور تک کوئی انقلابی قدم بڑھانا اور مروجہ مزاح و ظرافت کے انداز کو یکسر بدل ڈالنا چنداں قابل قبول نہ تھا۔ اس ڈرامے کی اصل داستان کے بارے میں چند ناقدین نے اظہار خیال کیا ہے کہ اس کا پلاٹ شکسپیئر کے مشہور انگریزی ڈرامہ "میکبتھ" سے ماخوذ ہے۔ اور اس رائے کی تائید میں "خواب ہستی" کے اہم زنانہ کردار 'عباسی' کی سیرت کو سامنے رکھا ہے۔ دراصل 'عباسی' کی کردار نگاری بڑی حد تک "میکبتھ" سے مماثلت رکھتی ہے۔ اور یہی وہ کردار ہے جس کے گرد ڈرامے کے بقیہ کردار مصروفِ کشمکش نظر آتے ہیں۔ بلکہ "خواب ہستی" کی جگہ ڈرامے کو "عباسی" کا موزوں نام دیا جانا زیادہ مناسب ہے۔ لیکن یہ حشر کا تخلیقی انداز تھا اور اس کو ترجمہ یا چربہ کہنا درست نہیں۔

ع۔ "MAC BETH"

آغا صاحب نے اس ڈرامے کو "داؤ پیچ" کے نام سے بھی موسوم کیا اور اس نام سے تمثیل ہوا۔ اخذ یا ترجمہ کوئی عیب نہیں۔ اگر آغا صاحب مرحوم شیکسپیئر کے ڈرامے کا بجنسہٖ ترجمہ بھی جب۔ پلاٹ کا اخذ پیش کرتے تو خدا ان کو اس کے اقبال سے ہرگز اجتناب نہ ہوتا۔ اور نہ اس بات کو معیوب سمجھا جاتا۔ لیکن یہ محض تسامح ہے جس کا ازالہ خود حشر کی زبان سے ہو چکا ہے۔ عباسی اور اس تمثیل کے دوسرے کردار ہماری معاشرتی زندگی کے عام کردار ہیں۔

یہ ڈراما آغا صاحب نے سب سے پہلے ۱۹۰۸ء میں تصنیف کیا۔ پھر ۱۹۱۰ء میں نظر ثانی کے بعد از سر نو مرتب کر کے تمثیل کرایا۔ اور شروع سے لیکر اب تک متعدد اڈیشن مختلف مقامات پر مختلف ناشرین نے غلطیوں کا انبار بنا کر شائع کئے اور حشر کے نام اور ڈرامے کے فن پر کھلم کھلا ظلم ڈھائے۔ مثال کے طور پر اب تک کے مطبوعہ ڈرامہ سے چند اقتباسات پیش کر کے اصل سے تقابل کیا جاتا ہے۔ جس کا مطالعہ اربابِ نظر کیلئے دلچسپی اور عبرت کا موجب ہوگا:-

غلط (موجودہ مطبوعہ شکل)	صحیح (مطابق اصل)
(۱) صولت۔ "اے رنج اب دور ہو جا۔ خاک ہو جا۔ جل جا۔ غم سنتا ہے؟ اُٹھ اور میرے پہلو سے نکل جا۔ میں غصہ میں ہوں۔ اے یاس میرے آگے سے ٹل جا۔ شیطان ان سالے خلبیلوں کو نگل جا۔ لیں عیش۔ خوشی۔ لطف، سرور آؤ۔ آؤ میری طرف آؤ۔ دل و جان سے ان میں رہنے کے لئے آؤ۔"	(۱) یہ نثر کی عبارت نہیں بلکہ دراصل اشعار ہیں جن کو اس طرح مسخ کر کے کچھ کا کچھ بنا دیا گیا ہے۔ اے رنج و تعب دور ہو اے خون جل جا غم سنتا ہے اُٹھ اور مرے پہلو سے نکل جا میں غصہ میں ہوں یاس مرے آگے سے ٹل جا شیطان تو ان سالے خلبیلیوں کو نگل جا اے عیش و خوشی لطف و سرور و طرب آؤ دل خالی ہے رہنے کیلئے آؤ سب آؤ

(۲) فضیحتا۔ "ارے کون سے انسان کو میرے چچا"

(۳) فضیحتا۔ "اور غاشدار جزدان خبردار کھول۔ نہیں چھیڑتا ہوں پستول"

(۴) فیروز۔ (رضیہ سے) "اللہ رے غرور بندہ آپ کا مزاج تو اچھا ہے"

(۵) صولت (فیروز سے) جان فاحشہ تجھے اس عورت کی مدد سے کیا سروکار ہے

(۶) رضیہ (فیروز سے) ؎

"کیا دل کا لینا۔ دنیا کی سب طرازی ہے
آپ کوئی سوداگر ہیں۔ یا کوئی بیوپاری ہے"

(۷) صولت (حسنا سے)

"اگر تو میری محبت چاہتا ہے اور میرے ساتھ رہنا چاہتا ہے تو عباسی کے خیال پر خاک ڈال دے عباسی اور اس کی محبت تیرے جسم کے جس حصہ میں ہوا سے وہاں سے کھینچکر۔ روح میں ہوگی۔ تو میں روح کو ناس کر کے جسم کو چاہوں گا۔ اگر جسم میں ہوگی تو جسم کو برباد کر کے روح کو پیار کروں گا۔ اگر دونو کو پیار کروں گا۔ اگر دونوں کو پیار کروں گا۔ تو دونوں کی روح کو فی الفنا کروں گا۔"

(۲) فضیحتا۔ "ارے کونسی انسانیت ہے میرے چچا"

(۳) فضیحتا۔ "اور غاشدار۔ خبردار! یہ جزدان کھول۔ نہیں مارتا ہوں پستول"

(۴) فیروز۔ "اللہ رے غرور (مصرع) بندہ پرور مزاج اچھا ہے"

(۵) صولت۔ "جا۔ تجھے اس فاحشہ عورت کی مدد سے کیا سروکار ہے۔"

(۶) رضیہ۔ ؎

دل کا لینا دنیا گیا۔ سب دنیا کی طرازی ہے
آپ کوئی سوداگر ہیں۔ یا بندی کوئی بیوپاری"

(۷) صولت (حسنا سے)

"اگر تو میری محبت چاہتی ہے اور میرے ساتھ رہنا چاہتی ہے تو عباسی کے خیال پر خاک ڈال دے۔ عباسی اور اس کی محبت تیرے جسم کے جس حصہ میں ہے اس کو وہاں سے کھینچکر نکال دے۔ اگر روح میں ہوگی تو میں روح کو ناس کر کے جسم کو چاہوں گا۔ اگر جسم میں ہوگی تو جسم کو برباد کر کے روح کو پیار کروں گا۔ اگر دونوں میں ہوگی تو دونوں کو فی الفنا کروں گا۔"

یہ وہ فاش غلطیاں ہیں جو نمونتاً یہاں درج کی گئیں اور جنھوں نے اصل کو کلیتاً مسخ کر کے مصنف کے ساتھ انتہائی ظلم روا رکھا۔ شعر اور مصرع کی صورت تو جگہ جگہ بدل ڈالی گئی۔ اسی طرح کئی گانے ایسے شامل ہیں جن کا آغا صاحب کے نام سے منسوب کرنا ان کے فن اور ادب کی توہین ہے۔ موجودہ نسخہ میں اغلاط کی صحت کے ساتھ ان تمام گانوں کو حذف کر دیا گیا ہے جو اصل ڈرامے میں موجود نہیں۔

اس خدمت کی انجام دہی میرے لئے باعثِ سعادت ہے۔

عشرت رحمانی

یکم اکتوبر ۱۹۵۴ء

لاہور

ڈرامے کے کردار

مردانہ

نواب اعظم۔ (ایک رئیس صولت کا باپ جس نے حسنا کو پرورش کیا۔

صولت۔ (نواب اعظم کا بیٹا۔ عیاش رئیس زادہ)

فضیحتا۔ نواب کا ملازم صولت کا مشیر۔

فیروز۔ حسنا کا بھائی۔

اسفندیار۔ فیروز کے گروہ کا سرغنہ۔

منوا۔ فضیحتا کا نوکر۔

سپاہی۔

جمعدار۔

ڈاکو۔

پجاری۔

اور گرو۔ وغیرہ۔

زنانہ

رضیہ۔ (نواب اعظم کی بھتیجی۔ فیروز کی محبوبہ)

حسنا۔ (صولت کی عاشق فیروزنہ کی بہن)

عباسی۔ (ایک گم کردہ راہ امیرزادی بیوہ صولت کی دوست)

حشمت۔ فضیحتا کی بیوی۔

کنیزیں۔

سہیلیاں۔ وغیرہ۔

خوابِ ہستی

حمد

کورس

مالک پیارا جگ ساگر سے تار نہار اسر جن ہارا ہے نیارا

ہم ہیں تمرے آدھار، آئے تمرے دوار ا مالک پیارا

(دوہا) دکھ روپی سنسار میں کام نہ آوے کوئے

پھنسے جو آمنجدھار میں پار نہیں سے ہوئے

سگر جگت نس دن پل پل چھن چھن

دیا ندھان جپیا

کے دھام تیرو ہی نام انت ہے۔ داتارا

مالک پیارا جگ ساگر سے تار نہار اسر جن ہارا ہے نیارا

باب پہلا

سین پہلا

(محل نواب اعظم)

رضیہ۔ چچا جان۔ آپ بھائی صولت سے اس قدر کیوں ناراض ہیں؟

نواب۔ بیٹی رضیہ کیا کہوں آج کل کے نوجوان مسلمانوں کی عجیب حالت ہے۔ والدین کی دولت پاتے ہی ناہنجار ہو جاتے ہیں۔ جام مے سے سرشار ہو جاتے ہیں نشۂ شراب میں حرام و حلال کی تمیز نہیں رکھتے۔ کسی محسن کو بھی عزیز نہیں رکھتے ہیں۔

رضیہ - اب آپ نے بھائی صولت کو کیا نصیحت کی ؟

نواب - میں کیا نصیحت کر سکتا ہوں - خدا ہی اُس پر رحم کرے -

رضیہ - افسوس ایک شریف زادہ ہو کر ایسے افعالِ بد کا مرتکب ہو - اور بزرگوں کی رسوائی کا سبب ہو -

نواب - میں صرف صولت کی وجہ سے اس قابل نہیں رہا - کہ شہر میں کسی کو مُنہ دکھاؤں - کسی محفل یا تقریب میں جاؤں تو کس حیثیت سے جاؤں اس نالائق نے اپنے ساتھ مجھے بھی بدنام کر دیا ہے -

رضیہ - چچا جان اس معاملے میں مجھے آپ سے از حد ہمدردی ہے - مگر میں مجبور ہوں - بھائی جان کی طبیعت کچھ عجیب واقع ہوئی ہے -

نواب - پیاری بچی میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنی جائداد تیرے نام پر مرقوم کر دوں - اور اس ناعاقبت اندیش کو تمام جائداد سے محروم کر دوں -

رضیہ - نہیں چچا جان یہ کبھی نہیں ہو سکتا - بھائی جان کے ہوتے ہوئے میں ایسا کبھی نہ ہونے دوں گی میں یہ بدنامی کبھی مول نہ لوں گی -

نواب - نہیں نہیں رضیہ میں بخوشی تمام لکھ دوں گا - کیونکہ مجھے امید ہے - کہ میری موت کے بعد کل جائداد عیاشی میں اُڑا دے گا - کنبہ کے ہر ایک فرد کو ستائے گا -

رضیہ - جو آپ کی مرضی مگر میں یہ رائے آپ کو کبھی نہیں دے سکتی -

نواب - خیر دیکھا جائے گا - وہ دیکھو وہ نالائق سامنے سے آ رہا ہے - پھر کچھ ضرورت ہو گی - اس لئے آیا ہے - جو کئی دنوں کے بعد پھر یہ منحوس چہرہ دکھایا ہے -

رضیہ - چچا جان میں جاتی ہوں - آپ بھائی جان کو نرمی سے سمجھائیں - شاید وہ راہ پر آ جائیں اور اپنے کئے پر پچھتائیں - (رضیہ کا جانا صولت کا آنا)

نواب - شرم کر شرم - بے عزتی کے پُتلے شرم کر -

شریروں کے شر سے مجرموں کے اثر سے دغا سے خطا سے جفا سے بھرا ہے
جفاکار، عیار، مکار، موذی فرشتے سے شیطان پیدا ہوا ہے۔
نہ قدرِ شرافت، نہ پاسِ حمیت نہ توقیرِ عزت نہ شرم و حیا ہے۔
برائی کا بندہ طبیعت کا گندا نہ دنیا کی غیرت نہ خوفِ خدا ہے
مری شان و شوکت بزرگوں کی عزت مٹی دو جہاں میں ترے شہدپن سے
برائی بھی کہتی ہے تجھ کو برا ہے ندامت بھی نادم ہے تیرے چلن سے

عباسی۔ (سائڈ میں) ملعون آدمی

صولت۔ بس جناب بس اتنی سختی بھی نہ کیجئے جو مجھے بھی سخت جواب دینے کی ضرورت پڑے۔ آپ کی اِن باتوں سے طبیعت اُبلتی ہے۔ یاد رکھیئے پتھر جب پتھر پر گرتا ہے تو دونوں سے چنگاری نکلتی ہے۔

مجھ میں بھی حرارت ہے شرارت ہے غضب ہے
اس پر بھی جو کہتا نہیں کچھ پاسِ ادب ہے
راحت نہیں دیتے تو اذیت بھی نہ دیجیے
رکھ لی ہیں دعائیں تو یہ لعنت بھی نہ دیجیے

نواب۔ اگر لعنت سے اتنا ڈرتا ہے۔ تو فضیحتا اور عباسی جو جیتی جاگتی لعنتیں ہیں۔ ان سے پرہیز کیوں نہیں کرتا ہے۔ یہ ریاست کے گھن دولت کی جونک سونے کی ہڈی چچوڑنے والے کتے ہیں۔ اُن سے کیوں نہیں ڈرتا ہے۔

عباسی۔ (سائڈ) ان لفظوں کا بدلہ لیا جائے گا۔

نواب۔ یہ وہیں تک ساتھ دینگے جب تک کچھ آس ہے
جب تک احمق ہے تو جس وقت تک زر پاس ہے
جب خزاں آئی نہ لیں گے نام تیرا بھول سے
یوں جدا ہو جائیں گے جس طرح پتے پھول سے

صولت ۔ میری زندگی کی انگوٹھی جن ہیروں سے چمک رہی ہے۔ آپ انہیں کو پتھر کہہ کر رد کرتے ہیں۔ معاف کیجئے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ میرے دوستوں کی خوبیاں دیکھ کر حسد کرتے ہیں۔

نواب ۔ بیوقوف ان میں سے ایک تیرے دل کا زخم اور دوسرا داغ ہے۔

صولت ۔ جی نہیں ایک میری روح دوسرا دماغ ہے۔

نواب ۔ احمق ایک تیری قسمت پر تیل چھڑکے گی اور دوسرا آگ لگائے گا۔

صولت ۔ ہرگز نہیں ایک آپ کی لگائی ہوئی آگ پر پانی چھڑکے گی اور دوسرا بجھائیگا۔

نواب ۔ میری سن میں تیرا باپ ہوں اور یہ رہزن ہیں!

صولت ۔ مجھ سے یہ نہ کہیئے آپ میرے دشمن ہیں۔

نواب ۔ بے ادب ہم تیرے باپ ہیں۔

صولت ۔ آپ ڈسنے والے سانپ ہیں۔

نواب ۔ کیا یہی ذلیل باتیں سننے کے لئے ہم نے تجھ کو پالا ہے۔

صولت ۔ آپ نے مجھے کاغذ کی زمین پہ قلم کی چھری سے حلال کر ڈالا ہے۔

نواب ۔ ؏ ہم سے اور یہ بد کلامی یہ برابر کا جواب۔

صولت ۔ ؏ تیر کا ہے تیر اور پتھر ہے پتھر کا جواب۔

نواب ۔ ؏ سامنے میرے تجھے صبر و تحمل چاہیئے۔

صولت ۔ ؏ غیر ممکن ہے کہ کانٹے بوئے اور گل چاہیئے۔

نواب ۔ ؏ باپ اور بیٹے کے منہ سے بدزبان ایسی سنے۔

صولت ۔ ؏ ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے۔

نواب ۔ دور ہو دور ہو۔ اب میری آنکھیں تجھے غصے اور نفرت سے بھی دیکھنا نہیں چاہتیں۔ جا شیطان کی طرح مردود ہو۔ اس کے ایمان کی طرح نابود ہو۔ میری

خوشی کی طرح مٹایا جاوے۔ کانٹے کی طرح بڑھے گھاس کی طرح کٹے۔ اور کھوٹے کرکٹ کی طرح جلایا جائے۔ ؎

لقمۂ حرص غذائے دوزخ کا فریبی دین بندہ زر کا
دل کا زخم بدن کا پھوڑا جان کا غم ناسور جگر کا
ننگ شرافت لائق لعنت کور نمک بدخواہ پدر کا
دشمن گھر کا دشمن در کا دشمن زر کا دشمن سر کا
قسمت پھوٹے سر پہ ٹوٹے لعنت میری بن کر بجلی
خاک ہو تو اور خاک پہ برسے دن بھر آتش شب بھر بجلی

(نواب اعظم و صولت کا جانا)

عباسی۔ (سامنے آکر) ریاست کے گھن۔ دولت کی جونک۔ بدلنے والے پتھر ان لفظوں کا بدلہ لیا جائے گا۔ تو نے موت کو گالیاں دے کر غصہ دلایا ہے۔ شیر کو ٹھوکر مار کر جگایا ہے۔ ؎

لوں گی اپنے ہاتھ سے تیغ و تبر سے انتقام
تیرے گھر سے تیرے زر سے تیرے سر سے انتقام
گوشت سے ہڈی سے جاں سے جسم و سر سے انتقام
جاں سے دم سے روح سے دل سے جگر سے انتقام
موت لرزے۔ چیخ اٹھے خود تھرتھرائے انتقام
ساتواں دوزخ کہے یہ ہے برابر انتقام

(عباسی کا جانا)

باب پہلا

سین دوسرا

محل رضیہ

(رضیہ کا اندر سے گاتے ہوئے آنا)

رضیہ - (گانا) چمکت گلکاری دمکت پھلواری - ہے نیاری کیاری کیاری کیا پیاری باد بہاری چمکت گلکاری -

دوہا

الٰہی آبرو رکھیو دلِ اخلاص پرور کی
کہ آئندہ کسی کو کیا خبر اپنے مقدر کی

ڈالی ڈالی پر کوئل کالی - ٹھگنی کرت ہے تمہاری - چمکت گلکاری -

(سہیلیوں کو دیکھ کر)

سبحان اللہ میں حیران تھی یا رب وہ مجمع کہاں ہے زمین کے ستاروں کا جھرمٹ یہاں ہے -

ڈالی - بہن لو مقدر نے درجہ بڑھایا - ضرورت تھی جس چاند کی نظر آیا -

رضیہ - ع اے میں بھی سنوں بات کیا ہو رہی ہے

ڈالی - ع دعا کر رہے تھے - دعا ہو رہی ہے -

رضیہ - دعا کسی غریب کے واسطے ؟

بہار - جی نہیں - ایک خوش نصیب کے واسطے -

رضیہ - کس خوش حال کیلئے

ڈالی - آپ کے اور آپ کے اقبال کے لئے۔

بہار - آپ کے زر و مال کے لئے۔

تیسری - آپ کے حُسن و جمال کے لئے۔

چوتھی - قیامت سی چال کے لئے۔

ڈالی - غضب کے خط و خال کے لئے۔

بہار - پھول سے گال کے لئے۔

رضیہ - ماشاء اللہ - ماشاء اللہ

تیسری - ع رہے جہاں میں تو روشن - بھرے جہاں کی طرح۔

چوتھی - ع رہے بہار تری باغ بے خزاں کی طرح۔

ڈالی - ع ترا اُٹھان ترقی کرے قیامت کی۔

ع - ترا شباب بڑھے عمر جاوداں کی طرح۔

رضیہ - بس بس معلوم ہُوا کہ تمہیں دعائیں دینے میں خوب مشاقی ہے۔

ڈالی - اے حضور بڑے سرکار نے اپنی ساری دولت آپ کے نام لکھ دی۔

ابھی تو اس کی مبارک باد باقی ہے۔

بہار - ہاں بی بی مبارک۔

تیسری - سرکار مبارک۔

چوتھی - حضور مبارک۔

ڈالی - اب تو مٹھائی کھلوائیے۔

بہار - اب تو انعام دلوائیے۔

تیسری - میں تو ہزار کا توڑا لوں گی۔

چوتھی۔ اور میں توڑے کے ساتھ زری کا ایک جوڑہ لوں گی۔

رضیہ۔ دیوانیو! یہ سچ ہے، کہ بیٹے کی نالائق حرکتیں دیکھ کر چچا جان نے اپنی تمام دولت میرے نام لکھ دی ہے۔ مگر واقعی میں غیر حقدار ہوں۔ اگر کل ہی بھائی صدلت کا چال چلن ٹھیک ہو جائے تو میں وصیت نامہ چاک کر کے اُس کی دولت اُسے دینے کے لئے تیار ہوں۔

ڈالی۔ جب تک عباسی اس کی ہمدم اور فضیحتا اور اس کا مشیر کار ہے۔ اُس وقت تک صدلت کا راہ پر آنا دشوار ہے۔

بہار۔ حضور یہ موئی عباسی کون ہے؟

تیسری۔ صدلت کی آشنا۔

رضیہ۔ چپ بے شرم۔ عباسی کرنل بہرام کی بیوہ ہے۔ کرنل ایک دولت مند شخص تھا۔ اتفاق سے دولت والی نے منہ پھیرا۔ مفلسی نے آن گھیرا۔ آخر بچارے نے تنگ آکر زہر کھا کر خودکشی کی اپنی جان گنوائی۔ اور بیوی دغا عورت دوسرے ہی روز بھائی صدلت کے ساتھ بھاگ آئی۔

بہار۔ جہنمی آشکارا ہے۔

تیسری۔ اے حضور کیسی خودکشی میں نے سنا ہے کہ اسی مُردار نے زہر دیکر اپنے شوہر کو مارا ہے۔

رضیہ۔ ممکن ہے۔

بہار۔ اس نمک حرام نوکر فضیحتا کو دیکھئے۔

رضیہ۔ ہاں دیکھو نا کمینے نے آٹھ برس تک اسی گھر کا نمک کھایا۔ دس بارہ دفعہ چچا جان نے اُسے جعل فریب کے مقدموں سے چھڑایا۔ نوکری سے الگ کرنے کے بعد بھی پانچ سو روپیہ نقد عطا فرمایا۔ اب اُلٹا اُن احسانوں

کا یہ بدلا اُتارتا ہے۔ کہ انہیں کے لڑکے کو بگاڑتا ہے۔

چوتھی ۔ لعنت ہے موئے پر۔ (ایک سہیلی کا آنا)

رضیہ ۔ کیوں؟ کیا ہے؟

پانچویں ۔ حمام تیار ہے۔ حضور کا انتظار ہے۔

سہیلیوں کا گانا (کورس)

کامنیا کاہے کھڑی ہو چل کے کرو نا سنگار۔ چل کے کرو نا سنگار۔
پیری رخسار۔ کھلے گلزار۔ کاہے کھڑی ہو چل کے کرو نا سنگار۔
سنگ سنگ رنگ چھایا ست رنگ جمایا۔ آہا آہا واہ واہ رنگیلی رسیلی
البیلی نار۔ نویلی گائیں ہم ملہار کامنیا کاہے ——

(سب کا گاتے جانا)

باب پہلا

سین تیسرا

راستہ

(حسنا کا گاتے ہوئے آنا)

(گانا)

حسنا ۔ آیو ہے ساون من بھاون
مل سکھیاں گاوت ہیں سب میگھ ملہار سر تان سے۔
مرلا پکارے جھینگارے جھینگروا

کوک بھی کوئلیا مارے ہے شان سے۔

آیو ہے ساون ـــــ"

سبھی ہیں مست الست یہ دیوانہ من۔ بیاکل ہے اپنا اتی عاری ہے جان سے

آیو ہے ساون ـــــ"

(خود مکالمہ) خدایا میں دردمند ہوں مجھے دوا دے۔ میں عشق کی بیمار ہوں۔ مجھے شفا دے۔ میں محبت کا زہر پی گئی ہوں۔ آب بقا دے۔ چمک اے امید کے خوبصورت آفتاب چمک تا کہ غم کی ڈراؤنی اور لمبی رات کا سویرا ہو قسمت میری دعاؤں پہ آمین کہہ۔ تا کہ میں جس کی ہو چکی ہوں۔ وہ بھی میرا ہو۔ چل حسنا اپنے دیوتا صولت کے مندر میں چل اس کی چوکھٹ پہ اپنی قسمت کو آزما۔

گانا

حسنا۔ تن پریم کی راکھ لگا لے تو ـــــ وہاں جوگن بن کر جانا ہے۔

جہاں آج رگوں کے تاروں پر الفت کا راگ سنانا ہے

اسے آنکھوں کی گنگا جمنا سوامی کے پاؤں دھلانا ہے

من لے چل اپنے داغوں کو من موہن پہ پھول چڑھانا ہے

میں بل بل جاؤں مکھڑے پہ ترے

ان کے چرنوں پہ واری ہوں میں جب جانوں کہ پجاری ہوں

جب راضی وہ گردھاری ہوں

(گاتے ہوئے اندر جانا۔ عباسی کا سامنے سے آنا)

عباسی۔ (آکر) آہ یہی ہے میرے راستے کی ٹھوکر۔ یہی ہے۔ جو بھوکے شیر کے منہ سے اس کا شکار چھین لینا چاہتی ہے۔ صولت اور اس کی دولت کو میرے

حرص کے دانتوں سے بچانا چاہتی ہے۔ نہیں بچا سکتی۔ جس زمین پر میں چلتی ہوں۔ وہ نہیں چل سکتی۔ ڈر ڈر ا ہے اس شہر کی سب سے زیادہ خوبصورت مگر بیوقوف عورت عباسی سے ڈر جس نے آزادی کے لئے اپنے شوہر کو زہر دیکر تمام کیا۔ کیا اُس کا کینہ تجھے جلا کہ خاک نہ کرے گا۔ نہیں نہیں چھری کا وار۔ رسی کا پھندا یا ٹھنڈا سا زہر تیرا قصہ بھی پاک کریگا۔ سہ

نہ ہو گر یہ تو میرے دل تیرے جلنے پہ لعنت ہے
مرے غصّے پہ لعنت ہے مرے کینے پہ لعنت ہے

عباسی (گانا)

قاتل ہوں میں کینہ ور جلّاد۔ تیغ بیداد گلے چلا دوں ایک طوفان بپا دوں لاکھوں کے خون بہا دوں۔ عدم کی راہ دکھا دوں۔ خنجر نشتر خود سر ہر دم چمکتے ہیں۔ میرے آگے۔ صدقے ہیں جان و دل سورج بھی ہے روشن مجھ سے۔ ظالم ہوں۔ شیطان کی اُستاد۔ قاتل ہوں میں (جانا)

باب پہلا

سین چوتھا

صولت کی عیش گاہ

(سہیلیوں کا ناچنا اور گانا)

کورس

سہیلیاں۔ سرداری پاوے ساقی پلا کوئی پیالہ جھومت آوے متوالا۔ نرالا وے پیالہ سرداری۔

دوھا

تصدق کم سنی کا واسطہ جوشِ جوانی کا
لنڈھا دے ساقیا کنٹر شراب ارغوانی کا
الٰہی داغ دِن چھوٹا کریں صہبا کے فوارے
ریاض دلبر سے اُٹھ جائے استعمال پانی کا
دِل کی کلی کھِلے رنگ جوانی رنگ سے امنگ سے کھلا موج کرے
پینے والا گل لالہ دے پیالہ۔
سرداری یاد ہے ساقی

مصاحب۔ ع کیا دیر ہے اے ساقئ گلفام چھکا دے
ساغر نہیں مِلتا ہے تو چلو سے پلا دے
یارب ترے کوثر میں نہ تیزی ہے نہ مستی
ہم کو جو پلانی ہے تو دُنیا سے منگا دے
سرداری یاد ہے ساقی۔

صولت۔ ع پیئو اے گلبدن گلفام گل اندام گل پیکر
مئے گل رنگ نیرنگ گل اور نگ گل پرور

مصاحب۔ بھائی فضیحتا۔
فضیحتا۔ ہاں بھائی گھسیٹا۔
مصاحب۔ ع دم بادہ کشی کچھ ناچ گانا ہو تو بہتر ہے۔
فضیحتا۔ ع چمن بے بلبل نغمہ سرا صحرا سے بدتر ہے۔

(نغمہ و رقص)

ہم سے کرکے بہانہ یار سوتن گھر جاتے ہو۔

جاؤ۔ جاؤ مجھے نہ ستاؤ۔ جاؤ جاؤ مجھے نہ ستاؤ قسم کیوں جھوٹی کھاتے ہو۔
ہم سے کر کے بہانہ یار سوتن گھر جاتے ہو۔
تاک تاک مارے توری ترچھی نجریا۔ ظلمی نظر کی کٹریا۔ آنکھوں میں
ٹوٹا نگاہوں میں جادو۔ پیاری کی بالی عمریا۔ جیا نز سے بدریا نز سے
ساقی دریا کیوں ترساتے ہو۔ ہم سے کر کے۔

(گانے والوں کا جانا۔ سامنے سے حسنا کا آنا)

فضیحتا۔ آرہی ہے۔

صولت۔ کاٹھ کی پُتلی۔

عباسی۔ جو حماقت کے پیٹ سے پیدا ہوئی۔

فضیحتا۔ بیوقوفی کے دُودھ سے پلی۔

عباسی۔ اور جوان ہو کر عشق کے منتر سے اندھی ہو گئی۔

صولت۔ آرہی ہے۔

حسنا۔ (آکر) یہی ہے میری خوشی یہی ہے۔ میری خوشی کی دُنیا یہی ہے۔
میری دنیا کی روشنی یہی ہے ؎

محفل ہستی میں شمع انجمن آرا ہے یہ
بیکسی کی رات میں اُمید کا تارا ہے یہ
آرزو کی آنکھ کی پُتلی تمناؤں کی جان
پیار بھی کرتا ہے جس کو پیار وہ پیارا ہے یہ

صولت۔ نہیں محبت وحبت کچھ نہیں۔ لوگوں کے دماغ میں فتور ہوا ہے محبت
کا نام محض شاعروں کی بدولت جنہیں گل و بلبل کا دلال کہنا چاہیئے۔
دُنیا میں مشہور ہوا ہے۔

حسنا - میرے اللہ یہ کیا کہتا ہے - میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا ہے میری طرف سے بدگمان ہے جو ایسا بیان ہے -

صولت - ؎ مطلب کی دوستی ہے مطلب کی سب وفا ہے
مطلب کے سب ہیں بندے مطلب فقط خدا ہے
اُلفت ہے کام دل کا اور دل کے حرف دو ہیں
ان میں بھی ہے یہ نفرت ایک ایک سے جدا ہے

حسنا - نہیں یہ لفظ زبان پر نہ لاؤ - اچھے صولت تمام دنیا پر الزام نہ لگاؤ - ایک باوفا کا دل نہ دکھاؤ - ؎

سبھی یکساں نہیں نا اہل بھی معقول بھی ہیں -
باغ میں خار ہیں گر چار تو دو پھول بھی ہیں -

صولت - او حسین حسنا تو بھولی بھالی ہے - یہ دنیا فریب کا نقارہ ہے - جو شور بہت کرتا ہے - لیکن اندر سے خالی ہے -

حسنا - میرے آفتاب آپ اندھیرے میں ہیں - قدرت نے محبت ہی کی زمین پر یہ دنیا کا محل اٹھایا ہے - خدا نے آگ - پانی - مٹی ہوا ان سب کو محبت کے پانی میں گوندھ کر انسان کو بنایا ہے - ؎

بُلبل نثار ہوتا ہے گلہائے باغ پر
پروانہ جان دیتا ہے جل کر چراغ پر
دنیا کے ذرہ ذرہ میں اُلفت کی لاگ ہے
پتھر کے بھی جگر میں محبت کی آگ ہے

صولت - ہاں اگر نہیں ہے - تو میرے بید رد باوا کے دل میں نہیں اس پانی بجھا کے دل میں نہیں -

حسنا۔ میرے صولت۔ پیارے صولت ایسا نہ کہو!

صولت۔ حسنا کیا دُنیا ایسے کو اچھا باپ کہے گی جو بیٹے کے حق میں ایسی بے ایمانی کرے۔ اُس کے عیش و عشرت کو کینہ کی آگ سے خالی کرے۔

حسنا۔ کیا دُنیا ایسے کو اچھا بیٹا کہے گی۔ جو اپنے باپ کے حق میں ایسی بد زبانی کرے۔ نافرمانی کرے۔

صولت۔ جس کا دِل جلتا ہے اُس کے مُنہ سے ایسا ہی کلمہ نکلتا ہے۔

حسنا۔ نہیں یہ بُروں کی خصلت ہے۔ اچھوں کی زبان پر ہمیشہ اچھی بات آتی ہے۔ سانپ دُودھ پیتا ہے۔ اور زہر اُگلتا ہے گائے گھاس کھاتی ہے اور سب کو دُودھ پلاتی ہے۔

صولت۔ حسنا غور کر آدمی کے مقابلے میں حیوان کی مثال دینا کس قدر واہیات بات ہے۔ سراسر خرافات ہے۔

حسنا۔ اور صولت تم بھی غور کرو۔ جو کام حیوان نہیں کرتا۔ وہ انسان کرے۔ تو کتنی شرم کی بات ہے۔

صولت۔ میری روح میری قسمت کی طرح تو بھی مجھ سے جنگ کرتی ہے۔

حسنا۔ میرے صولت! حسنا تم سے نہیں تمہاری بدی سے لڑتی ہے۔

صولت۔ ع۔ اچھا کہے گا کون اسے اس دغا کے بعد۔

حسنا۔ ع۔ دُنیا میں باپ ماں کا ہے درجہ خدا کے بعد۔

صولت۔ حسنا۔ حسنا۔ ے

بیاں نہیں ہے یہ سوزِ نہاں نکلتا ہے
جگر کی آگ کا مُنہ سے دھواں نکلتا ہے

حسنا۔ صولت۔ صولت۔ ے

حیا سیکھو ادب برتو بچو آتشِ بیابانی سے
بجھا دو اس بدی کی آگ کو نیکی کے پانی سے

صولت ۔ ہ جس کو دوا سمجھتے تھے وہ درد ہو گیا
بس جاؤ جاؤ تم سے بھی دل سرد ہو گیا

حسنا ۔ بے سبب ناراضی

صولت ۔ بس رہنے دو لفاظی

حسنا ۔ میری تقصیر

صولت ۔ میری تقدیر ۔ ہ

سب ہیں ستانے والے غم کے بڑھانے والے
دل کے جلانے والے چرکے لگانے والے
قدرت کے زخمیوں کا ہمدم نہیں ہے کوئی
نشتر تو سینکڑوں ہیں مرہم نہیں ہے کوئی

حسنا ۔ ہ جان دجہان پھینک دوں تیں سے وار کے
قدموں کے آگے ڈال دوں یہ سر اُتار کے
آنکھیں نکال دوں جو اشارہ اگر ملے
پی جاؤں زہر حکم تمہارا اگر ملے

صولت ۔ اوہ چپ رہو سب کو زبانی دعوے ہوتا ہے دل کسی کے لئے جان کھوتا ہے ۔ ہ

مشکل ہے ساتھ دے کوئی حال تباہ میں
سایہ بھی چھوڑ جاتا ہے ۔ روزِ سیاہ میں

حسنا ۔ صولت میرا عشق وفادار ہے ۔

صولت ۔ میری حسنا یہ دُشوار ہے ۔

حسنا ۔ صولت مجھے آزماؤ ۔

صولت ۔ حسنا تم موم ہو ۔ محبت کی آگ کے سامنے مت آؤ ۔

حسنا ۔ میں پھر کہتی ہوں ۔ مجھے ثابت کرنے کا موقعہ دو ۔

صولت ۔ ہاں تو یہ لے جعلی وصیّت نامہ ہے ۔ اسے تجوری میں رکھ کہ اصلی وصیّت نامہ میرے باپ کی تجوری سے چرا لا ؎

کسوٹی یہ بتا دے گی کہ کیا کیا تجھ سے ہونا ہے
یہ چمکیلا سنہرا عشق پیتل ہے کہ سونا ہے

حسنا ۔ او خدا یہ تو مجھے چوری کرنے کے لئے کہتا ہے ۔ نہیں نہیں صولت تم نے مجھے کیا سمجھا ہے ۔

صولت ۔ اپنی زندگی ۔ اپنی جان ۔ اپنی روح ۔

حسنا ۔ کیا یہ شرم اور افسوس کی بات نہیں ہے کہ جسے تُم اپنی روح سمجھتے ہو ۔ اسی کو جہنّم میں گرانے کے لئے تیار ہو ۔

صولت ۔ سرد ہو گئی ۔ زرد ہو گئی ۔ عشق کا بخار اُتر گیا ۔ محبّت کا جوش مر گیا ۔ ؎

راہ وفا میں دو ہی قدم چل کے گر گئی
کیا جان دے گی تو جو زبان دے کے پھر گئی

حسنا ۔ زبان دی تھی کہ تم پہ جان و دل کی جان حاضر ہے ۔
کہا تھا سر کٹا دوں گی یہ سر اس آن حاضر ہے ۔
میری دولت محبّت جان و دل سب کچھ تمہارا ہے ۔
نہ دوں گی میں مگر ایمان یہ ان سب سے پیارا ہے ۔

صولت ۔ آہ ۔ قسمت قسمت امید کی روشنی مجھے راستہ نہیں دکھاتی ہے ۔ وہ بھی

ٹھوکریں کھلاتی ہے۔

حسنا۔ خدا تجھے نیک راستہ دکھائے۔ اپنے نیک بندوں کی صحبت میں لائے۔

صولت۔ خدا تجھے بدبخت کے لئے رحمدل بنائے۔

حسنا۔ صولت یہ گناہ ہے اس لئے طبیعت جھجکتی ہے۔

صولت۔ حسنا محبت اندھی ہے۔ اس لئے گناہ نہیں دیکھ سکتی۔

حسنا۔ میں کیا کروں کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے۔

صولت۔ حسنا اچھی حسنا۔

حسنا۔ تمہارا عشق میرے ایمان سے لڑتا ہے۔

صولت۔ خدا کرے وہ فتحیاب ہو۔

حسنا۔ اوہ محبت تو خراب ہو۔

صولت۔ دل آرا۔

حسنا۔ دل ہارا۔

صولت۔ پھر

حسنا۔ یہ ہوگا

صولت۔ بس ہو چکا۔

(دونوں کا جانا)

باب پہلا

سین پانچواں

محل رضیہ

(سہیلیوں کا ناچنا اور گانا)

کورس

سہیلیاں۔ کیا بہار چھائی دیکھو پھولا ہے کیا ہر یالا جی ڈالی ڈالی پر کھلیں جوئی چمپا کی کلیاں۔ بن بھی چمن بھی بن گیا ہے۔ رنگت والا جی۔ ہری ہری ڈالیاں بولت پپیہا راگا وت ہے جیارا۔ کیا بہار چھائی ——

رضیہ۔ دل کی صدا ہے۔ گل کی ادا ہے۔

ڈالی۔ آؤ پیاری گائیں ساری پھولا ہے۔ ہریالا جی۔ کیا بہار چھائی دیکھو پھولا ہے۔

رضیہ۔ بہار!

بہار۔ سرکار

رضیہ۔ ڈالی

ڈالی۔ حضور عالی۔

رضیہ۔ ؎ ہوا ہے مست قمری گا رہی ہے پھول ہنستے ہیں
گھٹا چھائی ہوئی ہے۔ ہر طرف موتی برستے ہیں

ڈالی۔ ؏ مجھے ہچکی یہ کیوں آتی ہے۔

رضیہ - بلبل یاد کرتا ہے -

ڈالی - ع چلو گلشن کو لطفِ سبزہ و گل یاد کرتا ہے -

بہار - ہاں ہاں حضور جایئے اِس سے طبیعت کو بھی تازگی ہوگی - اور باغ کی بھی سرفرازی ہوگی -

ڈالی - مگر بی تم کیوں آتی ہو -

بہار - اور بی تم کیوں ساتھ جاتی ہو -

ڈالی - ع میں بانکی بن کے ناز سے بانکے سرو کو چال سکھاؤں گی -

بہار - ع میں ان گالوں کی لالی سے لالے پہ رنگ جماؤں گی -

ڈالی - ع میں مسّی مل کر ہونٹوں پر بی سوسن کو شرماؤں گی -

بہار - ع میں ڈورا بھر کر کاجل کا نرگس سے آنکھ لڑاؤنگی -

ڈالی - میں ایسا ٹھاٹھ بناؤں گی گلشن سارا تعظیم کرے -

بہار - ع میں ایسی شان سے جاؤں گی ہر گل جھک کر تعظیم کرے -

رضیہ - نگوڑیو چلو تو سہی - گھر ہی میں گل و گلزار سے ٹھٹھا - وہی مثل ہوئی کہ سوت نہ کپاس - کوری سے لٹھم لٹھا -

ڈالی - سہ

آرام دل کو دیجئے راحت دماغ کو

جھم جھم سے آپ جایئے گلگشت باغ کو

گستاخیاں مگر نہ کرے کوئی بھول کے

بُلبُل نہ منہ کو چوم لے دھوکے میں پھول کے

رضیہ - چل دلالہ شیطان کی خالہ - خبردار جو ایسا لفظ زبان سے نکالا - موئے بلبل کو اپنی ایڑی چوٹی پر وار دوں گی - ایسی بے باکی دکھائے گی - تو ایک ایک پھول کے سامنے بٹھا کے سو سو جوتیاں ماروں گی -

بہار۔ اے حضور! ایک کالے کوّے نے چوما تھا اس لئے آپ کو بلبل سے ڈراتی ہے۔

ڈالی ۔ چل موئی اچھال چھکا اپنے عیب، بروں کے سر چپکاتی ہے۔

بہار ۔ دیکھا حضور سچّی بات سے ۔ کیسی آگ لگ اُٹھی ۔

ڈالی ۔ لو یہ دیا سلائی کی پیٹی بھی سُلگ اُٹھی ۔

بہار ۔ موئی ہٹیلی ۔ پھلجھڑی کوّے کے نام پر سوکھے ہوئے کوئلے کی طرح کیوں چٹکتی ہے ۔

ڈالی ۔ موئی خوشامدی مینا ۔ تو دم کٹی گلہری کی طرح کیوں ایسی مٹکتی ہے ۔

۵ جس جا دیکھا ہر یالا اور جس جا پایا کچھ لالہ
ہاتھ میں لیکر بھیک کا پیالہ بیٹھ گئیں اور بولیں لالہ

تیسری ۔ چل دلالہ دیو کی خالہ ۔ منہ پر اُجلا پیٹ میں کالا ۔

بہار ۔ ہم سب سے ہے رتبہ بالا ۔

چوتھی ۔ گڑ کھائے اور گرم مصالحہ ۔

رضیہ ۔ ع آگ لگے اس ٹھٹھے کو بس چھوڑ دو بندی جاتی ہے ۔

ڈالی ۔ ع ہے ہے بوّا اتنا غصہ ۔

بہار ۔ اے بی بی اتراتی ہے ۔

رضیہ ۔ کیا جھنجلا گئی !

تیسری ۔ نہیں حضور گھبرا گئی ۔

چوتھی ۔ اجی نہیں بوکھل گئی ۔

تیسری ۔ نہیں جی شرما گئی ۔

رضیہ ۔ بیگم زبان تو کھولو ۔

بہار - میاں مٹھو مُنہ سے تو بولو -
چوتھی - حلوا چاہیئے کہ بوٹی -
بہار - پپیہ مانگتی ہے کہ روٹی -
ڈالی - چل نٹ کھٹ کھوٹی - سمجھ کی موٹی - طبیعت کی چھوٹی - زیادہ ستائیگی - تو کاٹ لوں گی تیری ناک اور چوٹی -
بہار - اوہو عورت ہے یا اثرِ اسباب کی خالہ -
رضیہ - بس بس تم شریروں نے اس غریب کو ذرا سی چوک پہ بنا ڈالا -
ڈالی - دیکھیئے نا حضور - لونڈی نے کونسی بُری بات کہی - مانا کہ بلبل سے گستاخی ہوئی تو آپ اس پر غصہ نکالئے گا - لیکن خدا رکھے چار دن کے بعد چاند سا دولہا جب آئے گا تو اس کے ہونٹوں پر بھی تالا ڈالئے گا -
رضیہ - کیوں غیبانی - پھر وہی چھیڑ خانی ؎

کون باندھے اپنی قسمت غیر کی تقدیر سے
میں تو کوسوں بھاگتی ہوں قید بے زنجیر سے
شاد ہوں اس حال میں مجھ کو نہیں شادی پسند
گلشن دنیا میں ہوں میں سرو آزادی پسند

(سہیلیوں کا گانا)
آئے آئے شام سُندر، سئیاں بل جئیاں من ہر وا سانوریا تورا سانوریا ہاں ڈالے گلے بہیاں - دل جو کسی سے لگائیں گے ہے ری گوئیاں دل جو کسی سے لگائیں گے - ناحق کے صدمے اٹھائیں گے - ہے ری گوئیاں ناحق کے صدمے اٹھائیں گے - جن کی آنکھوں میں جادو بھرا ہے - کل وہی آنکھیں دکھائیں گے - ہے ری گوئیاں کل وہی آنکھیں دکھائیں گے - سلے آئے دل آرا -

ملے پیاری کو پیارا چندا سے تارا۔ آئے آئے۔

ڈالی۔ اجی عورت بغیر مرد کے اور مرد بغیر عورت کے کبھی اس مصیبت بھری دنیا میں آرام نہیں پاتا ہے۔ اکیلا پہیہ گر پڑتا ہے اور گاڑی میں دوسرے کے ساتھ مل کر منوں بوجھ اُٹھالے جاتا ہے۔

رضیہ۔ مرد ہمیشہ حکومت جتاتے ہیں۔

ڈالی۔ اور عمر بھر غلامی بھی کر دکھاتے ہیں۔

رضیہ۔ ادنے ادنے بات پر دباتے ہیں۔

ڈالی۔ فضول سے فضول ناز بھی اُٹھاتے ہیں۔

رضیہ۔ ذرا سے قصور پر دیدے دکھاتے ہیں۔

ڈالی۔ اور ذرا سے اشارے پر آنکھیں بھی بچھاتے ہیں۔

رضیہ۔ بیوی کو گھر میں بند کر کے خود باہر گلچھرے اڑاتے ہیں۔

بہار۔ حضور یہ تو اولڈ فیشن والوں کا دستور ہے ہمیں تو آپ کو کسی نیو لائیٹ جنٹلمین سے بیاہنا ہے۔

رضیہ۔ بھئی میرا تو شادی کے نام سے دِل جلتا ہے۔

بہار۔ تو دِل کیوں جلایئے۔ شادی کا سوڈا۔ اور نکاح کی رس بھری نوش فرمایئے۔

(کورس)

تیرے دِل کی لگی کو بجھا دیں گے۔ میری جان کوئی لا دیں گے بانکا سا نوریا ہاں
لادیں گے بانکا سا نوریا۔

رضیہ۔ چلو چنچل چھبیلو روکو زبان۔

کورس

تیرے دِل کی لگی کو، دلبر دِل آرا۔ ملے پیاری کا پیارا۔ بانکی دولہنیاں۔

بنو موری جنیاں ۔ سانورے سلونے پہ وارو تم جان ۔ بن ٹھن کے پیاری
سانوریا ۔ تیرے دل کی لگی کو ۔ (سب کا ناچتے گاتے جانا)

باب پہلا

سین چھٹا

خواب گاہ نواب اعظم

(نواب اعظم کا سوتے ہوئے نظر آنا ۔ حسنا کا ایک ہاتھ میں فانوس لئے ہوئے داخل ہونا ۔ اور تجوری کھول کر جعلی وصیت نامہ رکھنا ۔ اصلی وصیت نامہ چرا لے جانا ۔)

باب پہلا

سین ساتواں

فضیحتا کے مکان کے سامنے راستہ

(منوا کا اندر سے گاتے ہوئے آنا)

منوا ۔ نشیلے سے کوئی مت کیجو رے جھمیلا نشئے باز البیلا ۔ مرے پیارے سے
کوئی مت کیجو رے جھمیلا ۔
بھنگڑی کہے تھا آج پی نہیں بھنگ ۔ چل تکیئے ہیں تو چار یار کے سنگ پی کو

بھنگ بھنگی چنگ کون گرو کا چیلا، مرے پیارے سے کوئی مت کیجو رے جھمیلا۔
ننیا لے سے کوئی مت کیجو جھمیلا۔"

(منوا کا گاتے ہوئے اندر جانا حشمت کا آنا)

حشمت۔ توبہ توبہ موئے نوکروں نے تو مجھے پریشان کر رکھا ہے۔ بغیر گھڑکی جھڑکی لات جوتے کے کوئی کام ہی نہیں کرتا۔ منوا او موئے منوا۔ ارے موئے۔ جواب تو دے کیا اونگھ گیا سانپ سونگھ گیا۔

منوا۔ سرکار حاضر سرکار حاضر ہوں۔

حشمت۔ ارے او کام چور حرام خور مردود۔ پاجی۔ تین آوازوں پر ایک جواب تیرا خانہ خراب۔ کیا تو نادر شاہ کا پوتا ہے یا بہادر شاہ کا نواسہ ہے۔

منوا۔ حضور آپ تو مفت میں خفا ہوتی ہیں ناحق گالیاں دیتی ہیں۔

حشمت۔ ارے موئے بد ذات۔ کم اوقات۔ ہم مفت خفا ہوتے ہیں۔ کیا تو تنخواہ نہیں پاتا تنخواہ!

منوا۔ کیا میں آپ سے گالیاں کھانے کی تنخواہ پاتا ہوں۔ میں نے ہاتھ بیچا ہے یا ذات۔

حشمت۔ ہائے ہائے جی چاہتا ہے کہ موئے کو پھانسی پر لٹکا دوں پھانسی پر۔

منوا۔ آہا اب میں سمجھا کہ شاید ہائی کورٹ کے اختیارات بھی آپ جہیز میں ساتھ لائی ہیں۔

حشمت۔ ارے موئے گستاخ نفر۔ پھر کھلایا نیزا سر لاؤں تیری شامت اور جھٹنے سے کروں مرمت۔

منوا۔ خبردار نہیں ٹھہرنا۔ قدم آگے بڑھایا تو بس جان لینا۔ زبان سنبھالو۔ اپنی نوکری کو بھاڑ میں ڈالو (جاتا ہے)

حشمت ۔ ان موئے حرام خور نوکروں پر اسی طرح رعب و داب قائم رکھنا چاہیئے۔ بلکہ نوکروں ہی پر کیا منحصر ہے۔ سب مردوں سے اسی طرح پیش آنا چاہیئے۔ ورنہ مرد کی ذات ذرا سے مُنہ لگانے سے سر چڑھ جاتی ہے۔ عورتوں کو لازم ہے۔ کہ مردوں کی ڈور ڈھیلی نہ چھوڑیں۔ ان سے ذرا دب کر نہ رہیں۔ کیونکہ عورتوں کو خدا نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔ اور مردوں کو ٹھیکہ پر بنوایا ہے۔ مردوں کا فرض ہے۔ عورتوں کی خدمت کرنا۔ کماکر کھانا پکانا۔ بستر بچھانا۔ پاؤں دبانا۔ حقّہ بھرنا۔ تابعداری کرنا۔ ہاں میں ہاں ملانا۔ کیوں ٹھیک ہے نا۔

(جاتی ہے)

(فضیحتا کا اندر سے آنا)

فضیحتا ۔ ؎ آداب عرض لیجیے فضیحتا بھی آ گئے۔
کہتے ہیں جس کو عرف میں فتنہ بھی آ گئے۔

لوگ کہتے ہیں کہ بے ایمانی نہ کرو۔ ارے بھائی بے ایمانی نہ کریں تو بھوکے مریں۔ خدا بخشے ہمارے ابّا جان فردوس مکان بات بات پر سمجھایا کرتے تھے بیٹا! تو ایماندار رہے گا۔ تو بھوکا مرے گا۔ اور بے ایمانی کے غبارے اڑائیگا۔ تو تر نوالے کھائیگا اگر حلال کی کمائی چاہیگا تو حرام موت مارا جائے گا۔ کیا کریں۔ ایسا کام کرنے کو جی چاہتا ہے۔ مگر بزرگوں کی نصیحت پر عمل کرنا۔ عین سعادت مندی ہے۔ اِس لئے ہم نے بھی یہی سبق یاد کر لیا ہے۔ ؎

اے امانت بر تو لعنت از تو رنجے یافتم
اے خیانت بر تو رحمت از تو گنجے یافتم

جھوٹا نوٹ بنانا مجھے یاد ہے۔ سکّہ ڈھالنے میں بندہ اُستاد ہے۔ ابھی ابھی جعلی وصیت نامہ بنا کر صولت کو دیا ہے۔ یقین ہے حسنا کی معرفت

بدلوائے گا۔ اور کل مال و دولت کا مالک ہو جائے گا۔ کیا شک ہے۔ کہ ہر بات میں ہوشیار ہوں۔ یکتائے روزگار ہوں۔ مگر ایک عورت کے ہاتھ سے لاچار ہوں۔ ارے یار دل اندھیر ہے ۔ جو ہزاروں آدمیوں کو انگلیوں پر نچائے ۔ وہ اپنی سگی جورو سے مار کھائے۔ میں نے بہت سے لوگوں کو بڑے گھر پہنچایا ہے۔ اور یہ مجھے خدا کے گھر پہنچانا چاہتی ہے۔ دیکھئے تقدیر کیا دکھاتی ہے۔ منوا ارے۔ او منوا۔ منوا۔

(منوا کا آنا)

منوا ۔ سرکار حاضر۔ سرکار حاضر ہوں ۔

فضیحتا ۔ ارے یہ تو بتا کہ آج کل ہماری بیوی کے مزاج کا تھرمامیٹر کتنی ڈگری پر رہتا ہے ۔

منوا ۔ سرکار ان کے مزاج کا قوام تو ہمیشہ کڑا ہی رہتا ہے۔ کہ آج وہ گالیوں کا تار باندھا کہ الاماں الاماں میرا جی تو ایسی لڑکی سے بالکل بیزار ہے ۔

فضیحتا ۔ ارے ٹھہر جا بھائی کیوں گھبراتا ہے۔ میں اس شیطان زادی کو ابھی ابھی ٹھیک کئے دیتا ہوں ۔ مجھے امید تھی کہ سمجھانے سے سمجھ جائے گی لیکن لوہے سے نرمی اور برف سے گرمی کی امید فضول ہے۔ دیکھ تو اب یہ کام کرنا ۔

(منوا کے کان میں کچھ کہنا)

حشمت ۔ (آکر) کیوں جی یہ کیا کانا پھوسی ہو رہی ہے ۔

فضیحتا ۔ جی کچھ نہیں ۔

حشمت ۔ جی کچھ نہیں ۔ دیکھو میں تم دونوں کے اچھی طرح کان کھولے دیتی ہوں کہ میرے گھر میں آئندہ اس طرح کی کھسر پھسر نہ ہونے پائے ۔

فضیحتا ۔ کھسر پھسر تو نہیں کوئی مشورہ کی بات کر رہے تھے ۔

حشمت۔ مشورہ بیوی سے کرتے ہیں یا خدمت گار سے دو کوڑی کے پاجی کو یار غار بنا دیگے۔ تو خطا کھاؤ گے۔ جوتیاں مار کر نکالو۔ موئے کتے کے منہ پر خاک ڈالو۔

منوا۔ اری کٹ کھنی کتیا بھونکے جاتی ہے۔ اور مجھے کتا بناتی ہے۔

حشمت۔ موئے حرام خور پاجی شیطان بے ایمان۔ ایڑی چوٹی پر تجھے کر دوں۔ قربان گھر جا اپنی اماں بہنوں کو ستا۔ ارے او موئے مردود نکھٹو بھاڑے کے ٹٹو۔ کھڑا کھڑا کیا سنتا ہے۔ اور کچھ نہیں بولتا۔

فضیحتا۔ او خدا او خدا جو لوگ میری حالت کو دیکھ کر ہنستے ہیں۔ خدا کرے ان کی بیویاں بھی ایسی ہو جائیں۔ چلو ان باتوں کو چھوڑو۔ تو کم سے سر نہ پھوڑو۔

حشمت۔ چل موئے کھا لو۔ شیطان کا خالو۔ منہ سے کچھ نہیں بولتا۔ اور دیکھتا ہے ٹکر ٹکر!

فضیحتا۔ بس، کیا بولوں اپنا سر۔

حشمت۔ تو سنتا نہیں بڈھے حبر ڈوس۔

فضیحتا۔ کیا ہے بیوی فانوس۔

حشمت۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ موئے تجھے بد لگام!

فضیحتا۔ میری عزت کا نیلام۔

منوا۔ جو کرے سو پائے۔

حشمت۔ ہت تجھے خدا خاک میں ملائے۔

منوا۔ دیکھو سرکار۔

حشمت۔ تیری سرکار پر خدا کی مار۔

فضیحتا۔ ہیں یہ کیا کہا منوا کی خطا اور ہم کو سزا۔

حشمت۔ چل موئے ننھیلچی۔ ایک مداری دوسرا ڈفلچی۔

فضیحتا - تم تو یوں ہی خالی خولی خفا ہوتی ہو۔

حشمت - بیٹا خالی بھری کے بھروسے نہ رہنا۔ مارے جوتوں کے بھیجا سہلا دونگی میاں اور نوکر دونوں کو سزا دوں گی۔ موئے کو دیکھو تو سہی نہ صورت نہ شکل بھاڑ میں سے نکل۔ خدا تجھے غارت کرے۔ نیست و نابود کرے۔ الٰہی مجھ کو رانڈ کردے رانڈ۔

فضیحتا - ٹھہر تو سہی تیرے رانڈ ہونے سے پہلے میں رنڈوا ہوتا ہوں اچھا اب قصور معاف کر ڈالو۔

حشمت - نہیں کبھی نہیں۔ اس کو ابھی میرے گھر سے نکال دو۔

منوا - کیا تیرے باپ کا گھر ہے۔ جو بھونکے جاتی ہے۔ کہ اس کو نکال دو اسکو نکال دو۔

حشمت - دیکھو دیکھو موا کیا بکتا ہے۔

فضیحتا - بچہ منوا تو بہت سر چڑھ گیا ہے۔ منہ لگائے تو ساتھ کھانے لگا۔ اب کے تو نے چوں بھی کی۔ تو فوراً نکال دیا جائے گا سمجھا حرام خور پاجی نمک حرام شیطان۔ لچا۔ گنڈا۔ بدمعاش۔ گستاخ۔ منہ زور۔ بدلگام۔ صورت حرام ہماری اکلوتی بیوی کے منہ لگتا ہے تو جانتا نہیں ہماری بیوی کیا ہے لکھشمی کا اوتار ہے۔ جب سے اس کا قدم گھر میں آیا ہے۔ سارا محلہ برباد نہیں آباد ہوگیا ہے۔ اور گھر کی صفائی دن بدن ترقی پر ہے۔ (حشمت سے) بس پیاری اب تو خوب دھمکایا۔ اب تم بھی غصہ کو تھوک دو۔

حشمت - تو دیکھو اس کو آٹھ دن کے اندر ہی اندر میرے گھر سے باہر نکالدیا جائے۔

فضیحتا - اجی اللہ اللہ کرو۔ آٹھ دن کس کے خدا نے چاہا ابھی فیصلہ ہو جائیگا۔ میرا دم بھی اس سے ناک میں آگیا ہے۔ جب تک یہ بلا یہاں سے نہ جائیگی۔ مجھے بھی کل نہ آئے گی۔ ذرا ٹھہرو تو سہی گھڑی میں گھڑیال ہوا چاہتا ہے۔

حشمت - ہاں خوب یاد آیا کدھر میرا وہ ہار ہے۔

فضیحتا - وہ تو بالکل تیار ہے۔

حشمت - تیار ہے تو کب لاؤ گے یا یونہی بے پر کی اڑاؤ گے۔ آج سے کل کل سے پرسوں یونہی گذارے جاؤ گے برسوں۔

فضیحتا - پیاری خدا جانتا ہے۔ مجھے رات دن تیرے ہی ہار کی فکر لگی رہتی ہے۔

حشمت - تم تو ہر روز ٹالا کرتے ہو۔ میرا تم پر زور ہے۔ تو ابھی منگاؤں گی۔ ورنہ مزا چکھاؤں گی۔

فضیحتا - ہاں ابھی لے آؤنگا۔ دیکھو اسی واسطے میں نے پانچ سو روپیہ کا نوٹ بھی تیار کر رکھا ہے۔

حشمت - دیکھوں دیکھوں وہ نوٹ میں دیکھوں۔

فضیحتا - یہ لو خوب دیکھو۔ کیوں جی پیٹ بھر کے دیکھ چکیں۔ چلو ادھر لاؤ زیادہ نہ ستاؤ۔

حشمت - اجی بسم اللہ ہوا کھاؤ کھاری پانی سے منہ دھو آؤ۔ بندی ایسی بھولی بھالی نہیں جو آیا ہوا نوٹ واپس کر دے

فضیحتا - جب تو اپنی قسمت کو روئے گی۔

حشمت - اب تو بندی جائے گی۔ اور سنار سے ہار لائے گی۔

فضیحتا - دیکھ یہ بات اچھی نہیں دھوکا کھائے گی۔

حشمت - اجی جاؤ یہ ڈراوا کسی اور کو بتاؤ۔ میں ابھی جاتی ہوں۔ اور ہار لے کر آتی ہوں۔

(نوٹ لے کر چلے جانا)

فضیحتا - بیشک ہار تو تیری قسمت میں ہے۔ کیوں بیٹا منوا کچھ خیال میں آیا کہ

اُستاد نے کیا رنگ جمایا۔

منوا۔ اجی آپ تو خود جورو کے ہاتھ بکے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔

فضیحتا۔ کیوں۔

منوا۔ یہ قیمتی نوٹ آپ نے اُس کو دے دیا۔

فضیحتا۔ تو پھر اس سے کیا ہؤا۔

منوا۔ آپ تو کہتے تھے۔ کہ میں اس کے نکالنے کی فکر میں لگا ہؤا ہوں۔ اور آپ نے اس کے برخلاف جھٹ سے پانچ سو روپیہ کا نوٹ اس کو نکال دیا۔

فضیحتا۔ بیٹا تو نادان ہے۔ اگر میں یہ نوٹ نہ نکالتا تو وہ کبھی یہاں سے نہ نکلتی اس نوٹ کو اس کا رخصتانہ سمجھو۔ کیوں کچھ سمجھا۔

منوا۔ اجی میاں غضب ہو گیا۔

فضیحتا۔ کیا ہو گیا۔

منوا۔ پولیس کے جوان ادھر آ رہے ہیں۔

فضیحتا۔ آتے ہوں گے راستہ کیا ہمارے باپ کا ہے۔

منوا۔ مگر حضور آپ کی بی بی ان کے ساتھ ہے۔

فضیحتا۔ ساتھ ہے تو تیر نشانہ پر پڑ گیا۔ اور مونٹھ بھی چل گئی۔ یاروں کا ایک فقرہ اسے بڑے گھر پہنچانے کو کافی ہے۔ بیٹا منوا اب میری ہاں میں ہاں ملاتے جانا۔

منوا۔ بہت خوب چال چلے۔

(فضیحتا کی بیوی کو پولیس کا گرفتار کر کے لانا)

حشمت۔ لو صاحب ان سے پوچھ لو یہ نوٹ کس کا ہے۔

جمعدار۔ کیوں جی یہ نوٹ تمہارا ہے۔ (تین دفعہ پوچھنا)

فضیحتا۔ جی ہونٹ ہونٹ سردی کے مارے پھٹ گئے ہیں۔
جمعدار۔ تم پاگل ہو گئے ہو۔ ہم پوچھتے ہیں یہ نوٹ تمہارا ہے۔
فضیحتا۔ حضور آپ مجھ سے دل لگی کرتے ہیں۔ میں جانتا ہوں۔ شاید آپ میرا امتحان لیتے ہیں۔ صاحب اگرچہ میں غریب ہوں مگر کسی کا حرام مال نہیں لینا چاہتا کیوں بیٹا منوا۔
منوا۔ جی بجا ہے قبلہ۔
حشمت۔ ارے غضب ابھی ابھی تم نے مجھے یہ نوٹ نہیں دیا۔
فضیحتا۔ جمعدار صاحب یہ عورت کیا کہتی ہے۔
حشمت۔ یہ مذاق جانے دو دل لگی ہو چکی ہے۔
فضیحتا۔ اری مائی ہم دل لگی کیوں کرنے لگے پرائی عورت کو تو ہم اپنی ماں بہن سمجھتے ہیں۔ کیوں بیٹا منوا۔
منوا۔ جی بجا ہے۔
حشمت۔ تم ایسی باتیں کرتے ہو۔ جیسے تم مجھ کو جانتے ہی نہیں۔
فضیحتا۔ آپ کو پہلے میں نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔
منوا۔ حضور شاید کہیں میلے ٹھیلے میں دیکھا ہو۔
جمعدار۔ یہ عورت جعلی نوٹ بازار میں چلانے کے لیئے لائی تھی اس لیئے سرکار کی مجرم قرار پائی گئی ہے۔
فضیحتا۔ جعلی نوٹ کیا ایسی ایسی دغا بازیاں دُنیا میں ہونے لگیں عورتیں بھی ایسے ایسے کام کرنے لگیں۔
منوا۔ جی ہاں آپ جیسے ایماندار سب آدمی تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔
فضیحتا۔ کیا بُرا زمانہ ہے۔ کہ عورتیں بھی ویسا کام کرنے لگیں۔

منوا - جی ہاں قبلہ۔

حشمت - تم نے مجھے یہ نوٹ نہیں دیا۔ تو یہ بھی کہہ دو۔ کہ میں تمہاری جورو بھی نہیں ہوں۔

فضیحتا - ہائیں یہ کیا کہا جمعدار ے تو یہ تو یہ بچاری تو بالکل بد حواس ہو رہی ہے۔ غریب دکھیاری آفت کی ماری یا جناب باری یہ کون ہے لاوارث بیچاری۔

حشمت - تو کیا تم میرے میاں نہیں۔

فضیحتا - شاید تم اپنا خاوند بھول گئی ہو۔ بیشک ایک شکل کے دو آدمی ہونے سے دھوکا ہو جاتا ہے۔

حشمت - نہیں جمعدار صاحب یہ جھوٹا ہے۔ میں اسی کی جورو ہوں۔

فضیحتا - اچھا مائی کو اپنے منہ پر اختیار ہے جو چاہے سو کہہ لو۔ میں تو تم کو اپنی بہن سمجھتا ہوں کیوں منوا

منوا - جی قبلہ اور میں ان کو اپنی ماں سمجھتا ہوں۔

حشمت - ہٹ تیرا ستیاناس ہو جائے۔ میں تجھ کو پیٹوں تیرا حلوا پکاؤں مؤا جہنم جلا نصیبوں پیٹا تیرا کھوج کھوؤں۔

فضیحتا - ارے ارے جمعدار صاحب یہ بچاری تو بالکل پاگل ہو گئی۔

جمعدار - اچھا سعادت خاں اس کی مشکیں باندھ لو۔ ورنہ یہ کسی کو ضرور کاٹ کھائے گی۔

حشمت - جمعدار صاحب مجھے کیوں باندھتے ہو۔ میں کچھ دیوانی نہیں ہوں۔ مجھے تو اس بے ایمان کی بے ایمانی پر غصہ آتا ہے۔ اور یہ جی چاہتا ہے۔ کہ اس خبیث کو کاٹ کھا جاؤں۔

(فضیحتا کو کاٹنے دوڑتا)

منوا - کھا گئی۔ کھا گئی۔ کھا گئی۔

فضیحتا - دیکھئے دیکھئے حضور میں نہ کہتا تھا۔ کہ یہ کاٹ کھائے گی۔

جمعدار - چپ رہ اب کے بولے گی۔ تو سزا پائے گی۔ تیرے پاگل پن کے ہم گواہ ہیں۔ ہمارے

سامنے ہی تو کاٹنے کو تیار ہوئی۔

حشمت۔ ارے موئے تو کیا انجان بنتا ہے اپنی خالہ کو اتنی جلدی بھول گیا۔ منڈی کاٹا۔ دُنیا بھر کا اٹھائی گیرا۔ تجھے گور میں گاڑوں الٰہی اسے تو کفن بھی نصیب نہ ہو۔

فضیحتا۔ جمعدار صاحب اس بیچاری کا آزار بڑھ گیا ہے۔ اب اس کو سیدھے ہی پاگل خانے لے جائیے۔

جمعدار۔ سعادت خاں لے جاؤ۔ اور اسے پاگل خانے پہنچاؤ۔

حشمت۔ ہے ہے پاگل کہنے والے کو ملیا میٹ کروں۔ اس کو پیٹوں اس کو کچّا چبا جاؤں۔ اس کو قبر میں گاڑوں۔ خدا کرے تو مر جائے۔ اجڑ جائے تیرا نام لیوا پانی دیوا کوئی نہ رہے۔

(سعادت کا حشمت کو لے جانا)

منوا۔ لے جاؤ۔ لے جاؤ۔

فضیحتا۔ وہ کیا ہاتھ صاف ہے کبھی خالی گیا نہ وار

میں اپنی آپ کرتا ہوں تعریف بار بار

گانا

میں آفت کا پرکالا ہوں۔ سو حکمت فطرت والا ہوں۔) رگڑے جھگڑے کی ہنڈیا میں بگھی ہلدی مرچ مصالحہ ہوں) قسمت کا مارا پیٹا ہوں۔ میں پھر بھی شیخ فضیحتا ہوں۔) لچے۔ شہدے غنڈے بدمعاشوں کا دادا ہوں۔

میں آفت کا پرکالا ہوں۔ تم مجھ کو سانپ سمجھو۔ بھوتوں کا باپ سمجھو۔ دُنیا کا پاپ سمجھو۔ میں آفت کا۔

(سب کا جانا)

باب پہلا
سین آٹھواں
مکان صولت

صولت۔ ہر ایک انسان قسمت کی قید میں ہے۔ اور میری قسمت ایک وصیت نامہ کی قید میں ہے۔ افسوس میری غریب تقدیر۔ اوّل تجھے حرفوں کی کالی زنجیر پہنائی گئی۔ پھر زنجیر پر سیاہ لفظوں کی مہر لگائی گئی۔ اس پہ لفافے کے قید خانہ میں ڈالا ہے۔ اور قید خانے کے دروازہ پر لاکھ کا تالا ہے۔ تالے کی تجوری پر پہرہ دار ہے۔ اور تجوری کی حفاظت کا میرا باپ ذمہ دار ہے۔ دشوار ہے۔ اگر شیطان بھی اپنی ساری چالاکی صرف کر ڈالے۔ تو بھی میری رسائی دشوار ہے۔

شعر
اُمید جس سے چور ہو وہ بات چن کر لائے گی
دل چھینے کے واسطے حسنا بھی پھبتہ لائے گی
ہر لفظ ہوگا ایک داغ اپنے جگر کے واسطے
تیار رہ اے کان تو غم کی خبر کے واسطے

(حسنا کا آنا)

حسنا۔ کیوں آسمان رکھتا ہے ایسا نکھار چاند
صدقے اس ایک چاند پہ تیرے ہزار چاند

شعر
دل و جاں دین و ایمان خوشنما انداز کے صدقے
اِدھر بھی دیکھ لو میں اس نگاہِ ناز کے صدقے

صولت۔ کون پیاری حسنا!

حسنا۔ تیرے صولت

ترياق لائی زہر ہلاہل کے واسطے
کیا دار مل گیا دم قاتل کے واسطے
جنت تھی اس طرف تو جہنم تھا اس طرف
نیکی بدی میں جنگ ہوئی دل کے واسطے
خوبی امانت آبرو حق فرض اعتبار
سب قتل ہو گئے ترے بسمل کے واسطے

صولت۔ تو بے شک ہے آب بقا لے کے آئی
ہے مرہم مرے زخم کا لے کے آئی
مسیحا بنی تھی شفا لے کے آئی
مرے دردِ دل کی دوا لے کے آئی
سیئوں چاک قسمت وہ رشتہ مجھے دے
فرشتے فرشتے نوشتہ مجھے دے!

حسنا۔ چتون نے جان چھینی زلفوں نے دل سنبھالا
تھی عقل وہ بھی کھو دی پی کر وفا کا پیالا
اس لوٹنے سے فقط اک ایمان بچ گیا تھا
تیرے خریدنے کو لے وہ بھی بیچ ڈالا! (وصیت نامہ دینا)

صولت۔ ہاں یہی ہے۔ وہ منتر وہ جادو وہ طلسم جس میں میری قسمت بند ہے۔

اے رنج تو اب دور ہو اے خوف اچھل جا
غم سنتا ہے اٹھ اور مرے پہلو سے نکل جا

میں غصّہ میں ہوں پاس مرے آگے سے ٹل جا
شیطان تو اُن سارے خبیثوں کو نگل جا
اے عیش و خوشی لطف و سرور و طرب آؤ
دل خالی ہے رہنے کے لئے آؤ سب آؤ

حنا۔ صولت۔

صولت۔ دولت! عیش خوشی فتح! دارا کو دربانی دوں گا سکندر کو خانسامانی دوں گا۔ قارون محافظ خزانہ ہو گا۔ جمشید کے ہاتھ میں شراب خانہ ہو گا۔ شکسپیئر اپنے ناٹکوں میں میری تعریف لکھے گا۔ فردوسی اپنے شاہنامہ کے بعد اب میرا عیش نامہ تصنیف کرے گا۔

گ۔ کیا مال ہے قارون کا خزانہ مرے آگے
پھیلائے گا اب ہاتھ زمانہ میرے آگے
رضواں کو بھی سرہو گا جھکانا میرے آگے
ایک کھیل ہے جنّت کا بنانا میرے آگے
پھولے نظر آئیں گے چمن لعل گہر کے
دیکھوں گا جدھر پھول برس جائینگے زر کے

حنا۔ پیارے صولت۔

گ۔ ایمان ہے احسان ہے نیکی ہے خدا ہے
کاغذ پہ فدا ہو گئے اس طرح یہ کیا ہے
شادی میں کہیں غم کے نہ پہلو نکل آئیں
اتنا نہ ہنسو جان کہ آنسو نکل آئیں

صولت۔ سہرا خوشی کا باندھا قسمت نے میرے سر پہ
اب بھی اگر یہ روئے لعنت ہے چشم تر پہ

دُنیا کی عشرتوں سے گہری صدا اچھنے گی
اب میں بنا بنوں گا۔ دولت بنی بنے گی

حسنا۔ یہ میرا حق ہے۔ وہ کبھی نہیں بن سکتی میرے یوسف ثانی حسنا سے وعدہ اور دولت پہ مہربانی۔

صولت۔ تو یہ ہاتھ تیرے ساتھ بھی مہربانی کرنے کو تیار ہے۔

حسنا۔ مگر محبّت کی محتاج حسنا خود اس ہاتھ کی حقدار ہے۔

صولت۔ تو اس ہاتھ کو لے کر کیا کرے گی۔

حسنا۔ اس کی غلامی، محبّت اور ادب کروں گی۔ جب میری اطاعت سے خوش ہو گا تو اس سے تیرا دل طلب کروں گی۔

صولت۔ تو کیا تو میری بیوی بننے کی آرزو رکھتی ہے۔

حسنا۔ میں تو آپ کی لونڈی بننا چاہتی ہوں۔

صولت۔ حسنا لونڈی بننا عزّت کی تباہی ہے۔

حسنا۔ مگر محبّت کی غلامی دُنیا کی بادشاہی ہے۔

صولت۔ حسنا سُن غور سے سُن۔ ؎

پری ہو مشتری ہو نازنین ہو مہ جبیں ہو تم
جہاں میں حُسن کی زینت ہو جس سے وہ حسیں ہو تم
مگر یہ دل کسی لیلےٰ پہ مجنوں ہو نہیں سکتا
تمہیں میں پیار کی آنکھوں سے دیکھوں ہو نہیں سکتا

حسنا۔ اے خدا اے خدا انسان کتنا خود غرض ہے۔ صولت بے درد صولت کیا یہی ہمدردی کا عوض ہے۔ ؎

یہ وہی سینہ ہے۔ جو صدق و صفا کا گھر ہے
یہ وہی سینہ ہے جو پاک خدا کا گھر ہے۔

کوئی شیشہ نہیں پتھر نہیں تصویر نہیں
دِل کو مت توڑ ستم گر یہ وفا کا گھر ہے

صولت ۔ جب میرے پاس سونے اور چاندی کی اینٹیں موجود ہیں تو ایک ٹوٹے ہوئے گھر کا بنانا کیا دُشوار ہے ۔ ہ

موتی کا صاف پانی ہیروں کے صاف کنکر
سونے کی زرد مٹی لعلوں کے لال پتھر
سب کچھ ہے مانگ دونگا دل کا مکان بنا تو
کاغذ دیا ہے تو نے لے دولتِ جہاں تو

حسنا ۔ دولت اور بے مروّت صولت کیا تو میری وفاؤں کو روپیہ کے زور سے خریدنا چاہتا ہے ۔ مجھے خود غرض بنانا چاہتا ہے ۔

صولت ۔ کیوں تو انسان نہیں کیا روپیہ کا نام سُن کر تجھے لالچ نہیں آتا ۔

حسنا ۔ لالچ او خود غرض ۔ اس وقت تیری سمجھ چک گئی ہے ۔ محبت دولت کی لالچی نہیں ۔ بلکہ دولت کے نام پر تھوکتی ہے ۔

صولت ۔ حسنا تو بالکل بے تمیز ہے ۔ دولت پیاری ۔ دولت خوبصورت دولت تھوکنے کے لائق نہیں ۔ بلکہ چومنے کے لائق چیز ہے ۔ جو ہر ایک فردِ بشر کو عزیز ہے ۔ ہ

خوشی راحت مزا آرام سب ہے اسکے ہونے سے
یہ وہ نعمت ہے جسکی مانگ ہے یاں کونے کونے سے
میں سچ کہتا ہوں خود شیطان بھی سجدے میں گر پڑتا
بنا تے خاک کے بدلے اگر آدم کو سونے سے

حسنا ۔
غبارِ دنیا میں ہوں عقبیٰ میں مگر بات رہے
اپنی دولت ہے وہی مر کے بھی جو ساتھ رہے

صولت۔ ؎ اِس باغ میں وہی گل ذی اختیار تھے
جن کے گلے میں لعل و جواہر کے ہار تھے
دارا و جم سکندر و خاقان کیقباد
پاگل نہ تھے جو دولت و زر پہ نثار تھے

حنا۔ اگر دولت ہی کو لازوال جانتے تھے تو بیشک وہ دیوانے تھے ؎

جم اور دارا کا مال سارا زمین پہ یا چرخ پر کہاں ہے
بھرے تھے قارون نے جو خزانے اُٹھا کے دیکھ اب نظر کہاں ہے
اندھیری قبروں میں جب پڑے ہیں چراغ لعل گہر کہاں ہے
وہ رُعب اور کرّوفر کہاں ہے وہ زر کہاں ہے وہ گھر کہاں ہے
جو کل تھے دولت سے جگمگاتے وہ آج کالے پڑے ہوئے ہیں
وہ قبر میں ہیں اور اُن کے گھر پہ فنا کے تالے پڑے ہوئے ہیں

صولت۔ بس بس حنا بس میں دولت کے سوا تیری خدمت کے عوض اور کچھ نہیں دے سکتا۔

حنا۔ میں دولت پہ لعنت بھیجتی ہوں۔

صولت۔ میں اس لعنت پہ نفرت کرتا ہوں۔

حنا۔ میں اس نفرت کو حقارت سے دیکھتی ہوں۔

صولت۔ حنا تو مفلس و فقیر ہے۔

حنا۔ مگر حنا دل اور خصلت میں تجھ سے زیادہ امیر ہے۔

صولت۔ حنا سُن میں عیاش ہوں۔ بدمعاش ہوں۔ بدقماش ہوں۔ تمام دُنیا سے ہیٹا ہوں۔ مگر پھر بھی نواب اعظم کا بیٹا ہوں۔

حنا۔ اِس لئے ․․․․

صولت - میں عزت کی بربادی نہیں کر سکتا۔

حسنا - یعنی۔

صولت - تو چور ہے اور میں چور عورت سے کبھی شادی نہیں کر سکتا۔

حسنا - کیا کہا سرکار میں چور اور تم ساہوکار۔

صولت - کیا تم نے وصیت نامہ نہیں چرایا۔

حسنا - مگر مجھے چوری کرنے کے لئے کس نے سمجھایا۔ ایک فرشتے سے کس نے گناہ کرایا۔ ایک سیدھی سادی ایماندار عورت کو کس نے بہکایا۔ تو نے اسے دولت مند مفلس تو نے جس بدذاتی سے بڑھ کر کوئی بدذاتی نہیں جس بے ایمانی سے بڑھ کر کوئی بے ایمانی نہیں جس دغابازی سے بڑھ کر کوئی دغابازی نہیں۔ کس نے کی تو نے۔ او نواب اعظم کے بیٹے تو نے . . . میں محبت سے سرشار تھی۔ تجھ پر نثار تھی۔ تیری مرضی کی تابعدار تھی۔ چوری کے لئے لاچار تھی۔ اُف خوبصورت سانپوں کو کیسی زہریلی باتیں یاد ہوتی ہیں او خدا او خدا آج مجھے معلوم ہو گیا۔ کہ مردوں کے ہاتھ سے بیچاری عورتیں کس طرح برباد ہوتی ہیں۔ نامراد رہتی ہیں۔ ناشاد رہتی ہیں۔

ع - دعائیں دی ہیں میں نے جب کوئی تو نے جفا کی ہے

خدا ہی داد دے گا بے وفا جیسی وفا کی ہے۔

صولت - وفا کیسی کہاں کی وفا۔ وفا محلوں میں نہیں۔ قلعوں میں نہیں امیر زادیوں میں نہیں۔ شہزادیوں میں نہیں۔ پھر تجھ میں کہاں سے آئی اور تو نے کہاں سے پائی۔

حسنا - تو وفا کو غلط جگہ ڈھونڈھ رہا ہے۔ امرت ظلمات ہی میں جا کر ہاتھ آتا ہے۔ وفاداری کا چراغ امیروں کے محلوں میں نہیں۔ غریبوں کی جھونپڑیوں میں جگمگاتا ہے۔

صولت - خیر میں ہی بے وفا ہوں با وفا ہے ایک تو

میں ہوں دنیا بھر کا بدخواہ اور بس ہے نیک تو

جیسی مجھ میں ہے کسی میں ایسی بد ذاتی نہیں
چھوڑ دے چل دور ہو پھر کس لئے جاتی نہیں

حسنا۔ ع خیر جاتی ہوں مگر یہ ساتھ لے جاتی ہوں میں۔

(وصیت نامہ چھین لیتی ہے)

صولت۔ او دغا باز

حسنا۔ ع میں نے تجھے داغ پایا داغ دے جاتی ہوں میں۔

صولت۔ ع لا اِدھر کاغذ وگرنہ لوں گا ظلم و جور سے۔

حسنا۔ ع بس وہیں ٹھہرو جہاں آجائے گا اک شور سے۔

صولت۔ حسنا پیاری حسنا۔

حسنا۔ پیاری تیری پیاری۔

صولت۔ ہاں میری پیاری۔

حسنا۔ کون... صولت ماہ پارا حسنا کون؟

صولت۔ دل آرا۔

حسنا۔ یہ کون۔

صولت۔ میری اچھی...."

حسنا۔ ارے یہ کون

صولت۔ ع ایسے وفا شعار سے ایسے ستم فریب۔

حسنا۔ ع بے شک کیا فریب مگر تجھ سے کم فریب۔

صولت۔ ع وہ چاہ وہ نباہ ترے دل سے ڈھل گئی۔

حسنا۔ ع پہلے بھی خواب میں مگر اب آنکھ کھل گئی۔

صولت۔ ؎ تیری ان بے مہریوں سے ہائے چھاتی چھن گئی۔
بخت واژوں کی طرح حسنا بھی دشمن بن گئی۔

(حنا کا چلا جانا)

صولت۔ ع۔ یا الٰہی کیا ہوا کیوں اس کی طینت پھر گئی۔

فضیحتا۔ ع بندہ پرور کیا ہوا کیونکر طبیعت پھر گئی۔

صولت۔ ہائے فضیحتا۔

فضیحتا۔ حضور کس کا فضیحتا کیوں فضیحتا۔ کہاں فضیحتا۔ کب فضیحتا۔

صولت۔ ہائے فضیحتا۔ میں مر گیا۔

فضیحتا۔ خدا آپ کو جنّت نصیب کرے۔

صولت۔ اب کیا کریں۔

فضیحتا۔ کفن خریدیں۔

صولت۔ کہاں جائیں۔

فضیحتا۔ قبرستان میں۔

صولت۔ ہائے ہم تو مر گئے معبود۔

فضیحتا۔ (سائڈ) واہ بیٹا نمرود۔ کھا کر امرود مر گئے۔ مردود جن کی فاتحہ نہ درود۔

صولت۔ ارے یہ کیا بڑ بڑاتا ہے۔

فضیحتا۔ نہیں فاتحہ پڑھا جاتا ہے۔

صولت۔ ع ہائے سب کی نظروں میں اب میری عزت گم گئی۔

فضیحتا۔ ع اب تمہارے خانۂ عزت میں جھاڑو پھر گئی۔

صولت۔ ہائے فضیحتا اپنے عیش و عشرت کے دن گئے۔

فضیحتا۔ اس کا باعث حضور۔

صولت۔ قسمت کا پیچ تقدیر کا فتور۔ فضیحتا حنا آئی تھی۔ اور وہ دستاویز ساتھ لائی تھی۔ مگر واپس لے گئی۔

فضیحتا۔ واقعی حضور پر تو بہت بُرا ہوا۔
صولت۔ مگر اب تو کوئی اپنی چالاکی دکھا سکتا ہے؟
فضیحتا۔ حضور اس میں میری چالاکی تو بالکل لاچار ہے۔
صولت۔ صولت کیا قسمت کے جوئے میں میرے لئے ہار ہی ہار ہے۔

(عباسی کا آنا)

عباسی۔ کھیل کا کچھ قصور نہیں۔ تجھے پانسہ پھینکنے کا شعور نہیں۔
صولت۔ تو کیا میری نادانی میرا داؤں ہرانی ہے۔
عباسی۔ بیوقوف کھلاڑی قسمت کی بازی تدبیر کے مہروں سے جیتی جاتی ہے۔
صولت۔ میں مصیبتوں سے لاچار ہوں۔ اگر قسمت کے جیتنے کی تدبیر صرف شیطان ہی کو معلوم ہے۔ تو میں اُس کی خوشامد کرنے کے لئے بھی تیار ہوں۔
عباسی۔ شیطان کہتا ہے، اپنی عقل سے کام لو۔
صولت۔ میری عقل بیکار ہو گئی ہے اس کے قبضہ سے تدبیر کھو گئی ہے۔
عباسی۔ تو میری عقل سے کام لو۔ انسان اندھیرے میں ٹھوکر کھاتا ہے۔ اگر اس کے چراغ میں تیل نہیں تو دوسرے سے مانگ کر اپنا کام چلاتا ہے۔
صولت۔ تو شمع بنکر اُجالا کر دے میں پروانہ بن کر تیری روشنی میں چلوں گا۔
عباسی۔ یہ دُنیا ایک میدانِ جنگ ہے۔ جس میں عقل ترقی سے لڑ رہی ہے۔ ایک آدمی کی غرض دوسرے آدمی کی غرض پر حملہ کر رہی ہے۔ ہاتھ پاؤں مدد کرتے ہیں۔ کمزور مرتے ہیں۔ اور زبردست مارتے ہیں۔ اگر دُور اندیشی کو عقل کے ہتھیاروں سے سجا کر میدان میں لاؤ گے۔ ہاتھ پاؤں ہلاؤ گے تو تم ضرور فتح پاؤ گے ورنہ اس زندگی کی خوفناک جنگ میں ایک بے جان لاش کی طرح کچل دیئے جاؤ گے۔ نامرادی ناکامی اور مایوسی کے سوا کچھ نہ پاؤ گے۔

صولت ۔ تمہارے تمام لفظ دہشت پیدا کرتے ہیں۔
عباسی ۔ انسان جب تک دہشت میں نہیں پڑتا۔ اس وقت تک گوہر یگانہ ہاتھ نہیں آتا۔
جب تک سانپ کو مارنے کے لیئے آمادہ نہیں ہوتا۔ تب تک خزانہ ہاتھ نہیں آتا۔
صولت ۔ تمہارا مطلب؟
عباسی ۔ آدمی کا دوسرا نام مطلب ہے، وہ اپنے لباس کیلئے ریشم کے کیڑوں کو پامال کرتا ہے، وہ اپنی غذا کیلئے غریب جانوروں کو حلال کرتا ہے۔ وہ دُنیا کی تمام چیزوں کو اپنا خدمت گار خیال کرتا ہے۔
صولت ۔ تو کیا اسے بلند خیال نہ کرنا چاہیئے۔
عباسی ۔ اسے ایسا ضرور کرنا چاہیئے جو اڑتا نہیں وہ بلندی نہیں پاتا ہے۔ جو آقا بننے کی کوشش نہیں کرتا۔ وہ غلام بنایا جاتا ہے۔
صولت ۔ اے میرے دماغ پر حکومت کرنے والی میں اب کیا کروں۔ تقدیر سے کس طرح لڑوں۔
عباسی ۔ تم تم!
صولت ۔ ہاں میں۔
عباسی ۔ تمہیں راحت اور دولت درکار ہے۔
صولت ۔ ہاں۔
عباسی ۔ تمہارا ہاتھ زوردار ہے۔
صولت ۔ یعنی
عباسی ۔ تمہارے پاس خنجر آبدار ہے۔
صولت ۔ اُف۔
عباسی ۔ تمہارے خنجر میں دھار ہے۔
صولت ۔ تو

عباسی - تھوڑا جوش - ایک وار جھگڑا پار -

صولت - کیا خون -

عباسی - چُپ - چُپ -

صولت - عورت - عورت -

عباسی - غریبی یا دولت -

صولت - مگر - مگر -

عباسی - (سرگوشی میں) سنو خنجر آبدار لو - میں عورت ہوں - مجھ سے مردانہ پن اُدھار لو -

صولت - میں مرد ہوں -

عباسی - میں خوش ہوں -

صولت - بس - وہ -

عباسی - مرے گا -

صولت - مر چکا -

(دونوں کا جانا)

سین ختم

باب پہلا

سین نواںّ

ندّی

(صولت عباسی اور فضیحتا کا چپ چاپ داخل ہونا)

فضیحتا۔ رات سیاہ۔

عباسی۔ وقت سیاہ بخت سیاہ۔

فضیحتا۔ ؎ سروِ چمن پہ قمری مدہوش ہو رہی ہے۔
بُلبُل چراغ گل کو گل کرکے سو رہی ہے۔

عباسی۔ ؎ خواب گراں میں دریا محبوس ہو گیا ہے
آبِ رواں کو گویا کابوس ہو گیا ہے

صولت۔ ؎ بزمِ جہاں کے مہماں آرام کو سدھارے
قصرِ فلک میں جاکر ہیں سو رہے ستارے

عباسی۔ دُنیا سیاہ چادر اوڑھے ہوئے پڑی ہے
مردوں کے امتحان کی صولت یہی گھڑی ہے

چلو آج خنجر سے دو کام کرنا ہیں۔ تمہارے باپ کے ساتھ حسنا کو بھی تمام کرنا ہے۔ وہ دیکھو۔۔۔ وہ آ رہی ہے۔

(حسنا کو سامنے سے آتے دیکھنا)

صولت۔ ہاں وہی آ رہی ہے۔

عباسی ۔ سب چھپ جاؤ ۔ موت شکار کو دھوکا دے کر لا رہی ہے ۔

(سب کا چھپ جانا ۔ حسنا کا آنا)

حسنا ۔ رات کی تاریکی نے تاروں کو دنیا کا گناہ نہ دیکھنے کے لئے چھپا لیا ہے ۔ یہی وقت ہے ۔ جب خیال ناپاک دل میں بدی اُگلتا ہے ۔ یہی وقت ہے ۔ جب جُرم گنہگار کے سینہ سے باہر نکلتا ہے ۔ یہی وقت ہے ۔ جب شیطان کی روح جاگتی ہے ۔ یہی وقت ہے ۔ جب ظالم کا خنجر مظلوم کے گلے پر چلتا ہے اور اُس کی تھرتھرائی ہوئی چیخ خدا کی طرف پناہ لینے کے لئے بھاگتی ہے ۔ یہی وقت تھا جب محبّت نے ایمان کو بیچ گایا ۔ اور میں نے وصیّت نامہ چرایا ۔ چل حسنا گو تیرا گناہ سخت ہے ۔ مگر اس گناہ کا کفّارہ ادا کرنے کا بھی یہی وقت ہے ۔

(سب کا ظاہر ہونا)

صولت ۔ کفّارہ نہیں تیری موت کا وقت ہے ۔

حسنا ۔ او خدا ۔

صولت ۔ بس ٹھہر جا ۔

حسنا ۔ او احسان فراموش ۔

صولت ۔ بس خاموش ۔

حسنا ۔ او بے رحم کیا یہ خنجر میرا خون پینے کو تیار ہے ۔

صولت ۔ ہاں خون خون تیرا خون لذّت دار ہے ۔

حسنا ۔ میں نے کون سا قصور کیا ہے ۔

صولت ۔ تو نے میری امیدوں کو چورچور کیا ہے ۔

حسنا ۔ صولت صولت

صولت ۔ وصیّت وصیّت ۔ بیوقوف عورت وصیّت ۔

حسنا ۔ نہیں یہ تو کبھی نہ پائے گا۔

صولت ۔ ع ۔ نہیں کیسی نہیں سن تو جہ مار آستین نکلی

زباں بھی کاٹ ڈالوں گا اگر منہ سے نہیں نکلی

ترے انکار کے پنجے کو یہ لوہا مروڑ لے گا

تجھے دینا پڑیگا تجھ سے خنجر لے کے چھوڑیگا

(وصیت نامہ چھین لیتا ہے)

حسنا ۔ او ظالم میں نے ہمیشہ تیرے ساتھ محبّت کی ۔

صولت ۔ نہیں تو نے ہمیشہ میرے ساتھ عداوت کی ۔

حسنا ۔ او پر جفا میں تیری منّت کرتی ہوں ۔

صولت ۔ او پر دغا میں تجھ پر لعنت بھیجتا ہوں ۔

حسنا ۔ سفاک میں تیرے قدموں پر سر جھکاتی ہوں ۔

صولت ۔ ناپاک میں تیرے سر کو ٹھوکر مارتا ہوں ۔

حسنا ۔ ع ۔ اے اندھیری رات تجھ سے بڑھ کے ہے یہ دلِ سیاہ

اے ستارو! میری بے رحمی پہ رکھنا تم نگاہ

اے زمیں، بہتا ہے تجھ پہ آج خونِ بے گناہ

اے فلک تو دیکھتا ہے حشر میں رہنا گواہ

نوجوان مرتی ہوں میں اور باوفا مرتی ہوں میں

او خدا عادل خدا اُس بے خطا مرتی ہوں میں

صولت ۔ ع سن چکا ۔ جھگڑا چکا ۔ اب قبر میں بدذات جا ۔

حسنا ۔ رحم ظالم رحم ۔

صولت ۔ ہاں اب رحم اور تو ساتھ جا ۔

(صولت کا حسنا کو مارنا چاہنا نواب اعظم کا آکر روکنا)

نواب اعظم - بس خبردار -

عباسی - صولت کیا دیکھتا ہے مار -

(عباسی نواب اعظم کو مارتی ہے حسنا بھاگنا چاہتی ہے فصیحتا حسنا کو دریا میں پھینک دیتا ہے)

ڈراپ سین

باب دوسرا

سین پہلا

جنگل

(اسفندیار کا سپاہیوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے نظر آنا)

اسفندیار - (داخل ہو کر) ہوشیار - ہوشیار ہو جاؤ - خوشی سے سب پھول جاؤ -

سردار - اس قدر خوشی کا اظہار - کیا خبر لائے اسفندیار -

اسفندیار - بہادر سردار جس غریب عورت کو ہم نے پانی سے نکالا - اب وہ اچھی طرح ہوش میں آئی ہے - اور اس کی باتوں سے معلوم ہوا کہ ہمارے آقا فیروز نامدار کی ماں جائی ہے -

سردار - کیا ہمارے آقا کی کوئی بہن بھی تھی -

اسفندیار - جی جناب آج سے بیس برس پیشتر - جب بڑے سرکار یعنی آقائے نامدار کے والد پر بغاوت کا الزام لگایا گیا تھا - اور انکے ساتھ ان کے خیر خواہوں کو

بھی شہر بدر کرایا گیا۔ اس وقت اُن کے دو بچے تھے ایک دو برس کی لڑکی حسن افروز اور ایک نو برس کا لڑکا فیروز لڑکا ہوشیار تھا۔ اس لئے حضور اُسے ساتھ لائے تھے۔ اور حسنا کو بوجہ کمسنی اپنے جانی دوست نواب اعظم کے پاس پرورش کرنے کے لئے سونپ آئے تھے۔

سرواد۔ کیا یہ وہی بچی ہے۔ جوان عورت بن کر دریا میں بہتی ہوئی مل گئی۔

اسفندیار۔ جی ہاں میرے صاحب۔

سرواد۔ شکر ہے تیرا خدا تو نے مدّت کے بچھڑے ہوئے بھائی بہن کو ملا دیا۔

گانا

سب کا۔ کردگار استوار۔ روزگار۔ کاروبار پر ہے اختیار۔ خاکسار خوار زار ہم ہیں گنہگار۔ تیرے آگے سر کو جھکائیں الم ستم تھا۔ ہم پہ دمبدم تیرے کرم سے ٹل گئے تمام۔ رنج و غم۔ خوشی سے آج سارے ول ہم۔ تیرے آگے سر کو جھکائیں کردگار استوار۔

(فیروز اور حسنا کا آنا)

فیروز۔ بس۔ بس

حسنا۔ بھائی فیروز یہ خدا کی مرضی ہے۔

فیروز۔ تو بہن حسنا وہ اس تلوار سے ضرور مارا جائے گا۔ یہ بھی خدا کی مرضی ہے۔ کیا مجھ میں شریفوں کا خون نہیں ہے۔ اور جوانی کا جنون نہیں ہے۔ کیا میرے پاس تلوار نہیں ہے کیا میری تلوار کا دشمن شکار نہیں ہے۔

حسنا۔ بھائی بیشک تمہاری تلوار بھی برق ہے۔ مگر یہ تو سمجھو۔ کہ اگر برائی کا بدلہ برائی ہے۔ تو ہم آپ اور برائی کرنے والے ہیں پھر کیا فرق ہے۔

فیروز۔ بس چپ رہ آہ جس روز ظالم نے تجھ کو بہتے دریا کی پُرشور موجوں کے

دامن کا کفن دیکر کھنڈر کے تابوت کے حوالے کیا ہوگا اس دن وہ سمجھتا ہوگا کہ میرے گھر میں عید ہے۔ بیشک میں اپنے گھر میں بقرعید پاتا ہوں۔ اور اس بقرعید کی خوشی میں صولت کی قربانی اپنے ہاتھ سے کرنا چاہتا ہوں۔

حسنا ۔ رحم کرو میرے دلیر بھائی میرے شبیر بھائی۔

فیروز ۔ حسنا میری عداوت موجزن ہے۔

حسنا ۔ مگر محبت زیادہ جوش زن ہے۔

فیروز ۔ عداوت کا چشمہ جب اُبلتا ہے۔ تو پھر دشمنوں کو بہالے جاتا ہے۔

حسنا ۔ اور محبّت کا دریا جب جوش میں آتا ہے۔ تو دوستوں کو خوف کے منجدھار سے نکال کر امن و امان کے کنارے پر جا پہنچاتا ہے۔

فیروز ۔ میرے دریائے عداوت کی موج اس سنگدل سے ٹکرائے گی اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے اڑائے گی۔ اس کی نجس ہستی کو ضرور مٹائے گی۔

حسنا ۔ مگر میری محبّت کی چٹان ڈھال بن جائے گی۔ اور اُسے اپنی آڑ میں ضرور چھپائے گی۔

فیروز ۔ حسنا مجھے انتقام لینے دے وہ تیر استانے والا ہے۔ اس کا دل توت کی طرح بے رحم اور قبر کی طرح کالا ہے۔

حسنا ۔ یہ سچ ہے۔ مگر پیارے بھائی یہ تو خیال کرو۔ کہ اس کے باپ نواب اعظم نے مجھے اٹھارہ برس تک اپنے بچّوں کی طرح پالا۔ اور پرورش کیا ہے۔

فیروز ۔ آہ نواب اعظم کیا شریف نیک فیاض انسان والد مرحوم کا تنہا اور سچّا دوست تھا۔ ہمارا روال روال اُس کے احسانوں کا قرضدار ہے افسوس باپ جتنا نیک خصلت تھا۔ بیٹا اتنا ہی ناہنجار ہے جہنّم کا سزاوار ہے۔

حسنا۔ بھائی باپ کی شرافت کا خیال کرکے بیٹے کی نالائق حرکتوں سے ضرور درگذر کرو۔

فیروز۔ درگذر کروں۔ اور اُسے بخش دوں۔ نہیں نہیں میں اُس سے ضرور بدلہ لوں گا اور اس بدکرداری کی سزا بالضرور دوں گا۔

حسنا۔ کیا بدلہ تلوار سے لیا جائے گا۔

فیروز۔ ہاں پتھر کا جواب پتھر سے دیا جائے گا مگر آہ تلوار کو تو اس کے باپ کے احسانوں نے توڑ دیا۔ اب سزا دوں گا۔ لعنت کی بوچھاڑوں سے ملامت اور پھٹکاروں سے۔ میں اُس کے پاس جاؤں گا۔ اُس کے سب ظلم اس کے آگے دہراؤں گا اور اُسے اس قدر ذلیل کرکے آؤں گا۔ کہ جب تک اس دنیا میں زندہ رہے گا۔ اپنی پاجیانہ حرکت سے شرمندہ رہے گا۔ مصیبت ذلت اور دُکھ پانے کے لئے زندہ رہے گا۔

حسنا۔ ؎

با وفاؤں پہ جو اس طرح جفا کرتے ہیں
سخت بیدرد ہیں ظالم ہیں بُرا کرتے ہیں
تو سلامت رہے آباد رہے شاد رہے
جب تلک زندہ ہیں ہم تو یہ دُعا کرتے ہیں

گانا

منجدھار نیا موری پار لگاؤ۔ ڈوبتی دُکھیا کو بچاؤ۔ موج اُٹھے بھاری بھاری۔ چھائی غم کی اندھیاری۔ نراسا کی آسا بندھاؤ آؤ۔ ستم کا چل گیا ہے۔ آرا ہوا دل پارہ پارہ۔ لٹا گھر در۔ زر سارا چھٹا دلبر دل آسا رہا نہ اب کوئی سہارا۔ ہائے منجدھار نیا موری۔

سین ختم

باب دوسرا

سین دوسرا

مکان عباسی

(فضیحتا کا آنا اور فیروزہ کا اس کو آتا ہُوا دیکھ کر چھپ جانا)

فضیحتا ۔ خود سے خود غرض یار کس کے ۔ مطلب نکلا دم کھسکے ۔ دنیا میں سگے باپ اور بھائی پر بھروسہ نہ کرنا چاہیئے ۔ سیانا وہ ہے جو ہر وقت کیل کانٹے سے اپنے کو تیار کرے ۔ موقعہ آپڑے تو سب سے پہلے وار کرے ۔ اگر صولت آج میرا دم بھرتا ہے جو کہتا ہوں وہ کرتا ہے ۔ مگر کل ہی بدل جائے تو کیا دیر لگتی ہے ۔ اس کو ہمیشہ کے لئے قابو میں رکھنا چاہیئے ۔ اور قابو میں رکھنے کی یہ تدبیر ہے کہ آج ہی وصیت نامہ میں چرا لے جاؤں ۔ جب اپنے حصہ میں سے چوتھائی مجھے بانٹ دے تو حوالے کروں ۔ ورنہ نہ دوں ۔ اچھا اب کام شروع کرنا چاہیئے ۔

(فضیحتا کا وصیت نامہ چرانے کی نیت کرنا)

بس اب میں کاغذ کے ذریعہ سے جو ناچ اُسے میں نچاؤں گا ۔ وہی ناچے گا ۔
(فیروز کا باہر سے آنا) اور چھپ جانا فضیحتا کا آہٹ پاکر گھبرانا مگر وصیت نامہ چرانا ۔

فیروز ۔ (سائڈ میں) میں ناچ نچانے سے پہلے اس لوہے کے جوتے سے تیری کھوپڑی سہلاؤں گا ۔ (صولت کا آنا)

عباسی ۔ جہنم کیا ہے؟
صولت ۔ آگ کا گھر۔
عباسی ۔ آگ کیا کرتی ہے
صولت ۔ انسان کو جلاتی ہے۔
عباسی ۔ جلنے سے کیا ہوتا ہے۔
صولت ۔ روح کو تکلیف ہوتی ہے۔
عباسی ۔ تو جس روز میں نے گناہ کیا ۔ اسی روز سے میں جہنم میں گرفتار ہوں۔ دماغ میں کوئی تیر مارتا ہے۔ سینہ میں کوئی ڈانگ اتارتا ہے۔ سوتی ہوں۔ تو خبیث ڈراؤنی مہیب شکلیں خواب میں آکر ستاتی ہیں۔ جاگتی ہوں تو خونی دغا باز خود غرض عجیب عجیب قسم کی آوازیں کانوں میں آتی ہیں۔ لے لو میرا سب کچھ لے لو۔ مگر خدا کے لئے مجھے اندھیرے غار میں نہ دھکیلو۔
صولت ۔ دیکھ صولت دیکھ اسے بھی تیری طرح گناہ ستا رہا ہے۔ ناپاک خیال دماغ کے جہنم میں سزا دینے کے لئے بلا رہا ہے۔
عباسی ۔ نہیں نہیں مجھے سانپوں کے غار میں نہ اتار دو ۔ مجھے آگ کے کوڑے نہ مارو۔ میرے پاس وصیت نامہ نہیں ہے۔
صولت ۔ کیا وصیت نامہ نہیں ہے۔
عباسی ۔ ہاں ہاں میرے پاس نہیں ہے۔
صولت ۔ پھر وہی نہیں ہے۔ وہ وصیت نامہ تو ہمیشہ اپنے سرہانے کے نیچے رکھتی تھی (سرہانے کے نیچے) غضب یہاں تو سچ مچ ہی نہیں ہے کیا بربادی تباہی لائی ہے۔ شاید کہیں الماری میں تو نہیں رکھ آئی میرے خدا میں مر گیا صولت تیری سب امیدوں پر پانی پھر گیا۔

(سین بدل کر جہنم نظر آنا۔ پھر اسی منظر میں تبدیل ہو جانا)

عباسی - خون چھوڑو۔ مجھے چھوڑو۔ میں آگ اور اندھیرے میں نہیں جانا چاہتی۔

صولت - عباسی وصیت۔

عباسی - چلے جاؤ دور ہو جاؤ۔ مجھے نہ چھیڑو۔

صولت - وصیت عباسی وصیت۔

عباسی - کون صولت کیا خواب تھا۔ (بیہوش ہو کر گر جانا)

سین ختم

باب دوسرا

سین تیسرا

ایک دو تین والا سین

(فضیحتا کا اندر سے آنا۔)

فضیحتا - ؎ اے واہ فضیحتا تیری تقدیر کی خوبی
دِل لایا اُڑا لایا۔ تری تدبیر کی خوبی

گانا

بڑا ہوں دانا - بڑا ہوں سیانا - بڑا رنگی جھنگی فرزانہ چلتا ہوں پرزہ سب سے سیانا - میں آفت کا فتنہ فضیحتا ہوں - آہاہا ہمدم بن کر گھر گالوں کروں فی اللہ فنا فی اللہ گھر در سب چٹ کر ڈالوں جو یاتھ آیا سو بسم اللہ - بڑا ہوں دانا۔ جب مجھے اچانک اس تمسک پر قبضہ پانے کا خیال آتا ہے۔ تو بے اختیار پکار

اُٹھتا ہوں کہ یا الٰہی ؎

آج قسمت نے دیا کیا ڈال میری جیب میں
آپڑا چیک بنک آف بنگال میری جیب میں
کل تو کوڑی کوڑی کا تھا کال میری جیب میں
آج لاکھوں کا پڑا ہے مال میری جیب میں
کل نہ تھا ایک سوُت کا رومال میری جیب میں
آج سونے کے پڑے ہیں تھال میری جیب میں
کل نہ ملتا تھا مجھے چھوٹا دیا اور آج ہے
آفتاب عزّت و اقبال میری جیب میں

میں حیران ہوں کہ یہ بڈھا ملعون یہ گنج قارون لایا بھی تو کہاں سے خواہ وہ کم بخت جہنّم سے لایا۔ مگر آخر کار کام یاروں کے آیا اب کوئی لڑے یا پیٹے تم چین اڑاؤ میاں فضیحتے۔

ہاں گھوڑ دوڑ میں جانا ہوگا۔ مگر نہیں گھوڑ دوڑ میں جانے والے تو کھانے کمانے کے بدلے مُنہ کی کھاتے ہیں۔ جاتے وقت تو بنپال ناگن کی طرح کودتے اُچھلتے چلتے ہیں۔ مگر آتے وقت مریل گدھے کی طرح ڈھینچوں ڈھینچوں کرتے ہیں۔

(فضیحتا کا بھاگ جانا۔ فیروز کا آنا)

فیروز۔ آہ کم بخت بھاگ گیا۔

فضیحتا۔ (آکر) ہیں یہ بلا کہاں سے نازل ہوئی اجی حضرت۔

فیروز۔ ہاں وہ شیر تھا۔ بڑا زبردست خونریز تھا۔ بادہ ہاتھ کا لمبا دلیر تھا۔

فضیحتا۔ لو ایک اور اندھیر کمبخت کیا خواب دیکھ رہا ہے۔ بادہ ہاتھ کا شیر اجی میاں دلیر۔

فیروز۔ کیوں۔

فصیحتا - یہ تو بتاؤ یہاں کاہے کو آئے۔

فیروز - ہماری خوشی دل نے چاہا تو آئے۔

فصیحتا - ارے واہ رے تمہاری خوشی۔ تمہارا دل چاہے گا۔ تو کسی کا گلا بھی کاٹ لوگے۔

فیروز - بے شک خوشی ہماری۔

فصیحتا - اچھی خوشی تمہاری۔

فیروز - اچھا اچھا نہ گھبراؤ۔ اب ذرا ادھر آؤ۔ ایک کرسی اٹھا لاؤ۔

(کرسی لاکر دینا)

فصیحتا - اب کیا کروں یہ کمبخت تو گلے پڑ گیا۔ نیلام کے گھوڑے کی طرح یہیں اڑ گیا۔
اب یہاں نرمی سے تو کام نہ چلے گا۔ ذرا سختی سے پیش آؤں تو یہ یہاں سے ٹلے گا۔
سنو جی میں کہتا ہوں۔

فیروز - ہاں کہو میں سب سنتا ہوں۔

فصیحتا - بس میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔ کہ فوراً اسے پیشتر سے بھی پہلے میرے گھر سے نکل
جاؤ۔ ورنہ میں پولیس کو بلاتا ہوں۔

(طمنچہ دکھا کر)

فیروز - خبردار۔ او بدکار ورنہ ابھی یہ برق شرربار ہوگی۔ سینے سے تیرے پار۔

فصیحتا - ہائیں ہائیں یہ کیا ڈاکہ زنی کا ہتھیار۔

فیروز - ہاں ملک الموت کا مددگار۔

فصیحتا - تو کیا یہ سچ مچ کا طمنچہ ہے۔

فیروز - جی ہاں یہ جان نکالنے کا شکنجہ ہے۔

فصیحتا - چولہے میں جائے تیرا طمنچہ شکنجہ
لینا دینا مفت کا یہ دردِ سر کیسا لیا
دھمکی جیسے دیتا ہوں میں اس نے مجھے دھمکا لیا

فیروز - کیوں کیا سوچ رہا ہے۔
فضیحتا - میں یہ سوچ رہا ہوں کہ آپ نے یہاں کیوں قدم رنجہ فرمایا؟
فیروز - شکار کو۔
فضیحتا - اگر آپ کو شکار کا شوق ہے تو پھر آپ شکار گاہ کی طرف تشریف لے جائیے۔
فیروز - نہیں۔
فضیحتا - نہیں تو کسی جنگل کی طرف جاؤ۔
فیروز - نہیں۔
فضیحتا - نہیں تو جہنم کی سیر فرمائیے۔
فیروز - نہیں میرا دل تو تمہارے شکار کو چاہتا ہے۔
فضیحتا - ہائیں ہائیں میرا شکار۔
فیروز - دیکھ میرے ہاتھ میں کیا ہے دبال۔
فضیحتا - آگیا بے تال آدمی کے جی کا کال۔
فیروز - ہاں اس پہ نظر رکھو۔
فضیحتا - صاحب ذرا مہربانی فرما کر اس کو ادھر ہی رکھئے نگر یہ بھری ہے یا خالی؟
فیروز - دیکھو یہ پستول دو نالی - چار میں گولیاں ہیں - اور ایک خالی - لیکن تم نہ گھبراؤ - یہ میرے حکم کے بغیر کچھ نہ کرے گی - جب تک میں ایک دو تین نہ کہوں گا تب تک ایک گولی نہ چلے گی۔
فضیحتا - گولی چلے یا نہ چلے مگر میرا تو دم تمہاری باتوں سے ہی نکل چلا۔
فیروز - اجی ڈرو نہیں میں تمہیں قتل کر کے چلا جاؤں گا۔
فضیحتا - (سائڈ میں) واہ یہ تو قتل کرنا ذرا سی بات بتاتا ہے ظاہر ہے - کیا مجھے کتا بلی سمجھے ہے۔

فیروز۔ دیکھ میں ایک دو تین کر کے پستول چلاؤں گا اور تمہارے سر کا نشانہ بناؤنگا۔
فضیحتا۔ ہیں ہیں یہ آپ کیا کرتے ہیں۔ کارِ زبون۔
فیروز۔ کچھ نہیں فقط تمہارا خون۔
فضیحتا۔ یہ تو فقط تمہارا خون۔
فیروز۔ ہاں بس یہی مضمون۔
فضیحتا۔ مگر بے خطا مارنے سے تمہیں کیا حاصل۔
فیروز۔ میری مرضی اور شوقِ دل۔
فضیحتا۔ مگر صاحب یہ شوق بہت برا ہے۔
فیروز۔ برا ہو یا بھلا۔ جب تم کو شوق ہوا تو تم نے خون بہایا۔ اور اب ہمارے شوق کے پورا کرنے کا وقت آیا۔ چلو اب سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ ایک۔ دو۔ تین۔
فضیحتا۔ ارے باپ رے لینا ایک نہ دینا دو۔ اجی ٹھہرئیے جناب۔
فیروز۔ ارے چپ اپنے گناہ سے توبہ کرے۔
فضیحتا۔ پر میں نے گناہ ہی کونسا کیا ہے۔ جو مار کر توبہ کرتے ہو۔
فیروز۔ تو نے گناہ نہیں کیا تو پھر مرنے سے کیوں جی چراتا ہے۔ ارے مرنے والا تو سیدھا جنّت کو جاتا ہے۔
فضیحتا۔ جب موت آئے گی۔ تو میں مر جاؤں گا۔ موت سے پہلے کیسے مر جاؤں گا۔
فیروز۔ فرض کرو میں ہی تمہارا ملک الموت ہو جاؤں۔ ایک۔ دو
فضیحتا۔ یا اللہ بچائیو ارے بندہ خدا کچھ تو خوف خدا کرو۔
فیروز۔ چپ چپ تو نے جب قتل کا موقعہ پایا تھا۔ اس وقت تیرے دل میں بھی کچھ خدا کا خوف آیا تھا؟
فضیحتا۔ صاحب میں نے کس کا قتل کیا ہے؟ میں نے تو کبھی اپنے ہاتھ سے ایک چیونٹی

کو بھی نہیں مارا۔

فیروز۔ چیونٹی کو تو نہیں مارا ہے۔ مگر ایک انسان کو تو موت کے گھاٹ اُتارا ہے۔ چلو اب اپنی زندگی کے جہاز کا لنگر اُٹھاؤ۔

فضیحتا۔ ارے یہ کون سی انسانیت ہے میرے چچا۔

فیروز۔ چلو اب عدم آباد کو بچہ ایک۔ دو تین۔

(پستول مارنا)

فضیحتا۔ ارے ہائے رے میں مرگیا۔ ارے دو نالی پستول ماردی اور گولی میرے پیٹ میں اُتار دی۔ ہائے میری جان گئی۔ ارے میں مرجاؤں۔ ایک دو تین۔

فیروز۔ کمبخت کیسا مکار ہے۔ میں نے خالی فیر کیا۔ اور اس نے سچ مچ ہی اپنا حال غیر کیا۔ ابے اُٹھ ایک ہی گولی میں مرگیا۔ ابھی تو تین گولیاں اور چلاؤں گا۔ (سائیڈ) اب ذرا اس کو بناتا ہوں۔ ظاہر اب میرا کام پورا ہوا۔ اب جلدی یہاں سے فرار ہوجاؤں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ خون کے الزام میں گرفتار ہوجاؤں۔

(فیروز کا جانا)

فضیحتا۔ ایک دو تین ہت تیرا باپ مرے۔ کمبخت نے ایک۔ دو۔ تین کرکے میری جان آدھی کردی۔ آخر کو فرار ہوا۔ اور میرے دل کو قرار ہوا اب مجھے کوئی نہیں مارسکتا۔

(فیروز کا دوبارہ آنا)

فیروز۔ مارسکتا ہے۔

فضیحتا۔ باپ رے پھر آیا۔

فیروز۔ ارے واہ یہ تو اچھا سوانگ لایا۔ ایک۔ دو۔ تین

فضیحتا۔ ارے صاحب اسے رہنے دو۔

فیروز ۔ کیوں او مردود تو تو مر گیا تھا۔
فضیحتا ۔ ہاں مر تو گیا تھا۔ مگر دم لینے کو پھر زندہ ہو گیا ہوں۔
فیروز ۔ خیر اب میں تیرا پورا بندوبست کروں گا۔ تیرا گلا کاٹ کے قبر میں دفن کروں گا۔
فضیحتا ۔ دیکھئے صاحب تمہارا شوق پورا ہو گیا۔ اب تو میری جان پر ستم نہ توڑو۔
براے خدا اب میرا پیچھا چھوڑو۔
فیروز ۔ خیر مجھے تیری منت وزاری پر رحم آتا ہے۔ مگر ایک شرط سے تیری جان
بخشی کا وعدہ کیا جاتا ہے۔
فضیحتا ۔ فرمایئے ۔ فرمایئے۔ جلد فرمایئے میں آپ کی شرط ہر طرح سے ماننے کو
تیار ہوں۔
فیروز ۔ مگر خبردار دیکھنا مجھے دھوکا دیا تو پھر ایک ۔ دو۔
فضیحتا ۔ بار ۔ بار ۔ ایک دو ۔ جی بس اس کو پھینک دو۔
فیروز ۔ نہیں نہیں میں تو تجھے یونہی خبردار کرتا ہوں۔
فضیحتا ۔ اجی میں تو بالکل خبردار ہوں ۔ مگر اس اگیا بیتال سے ذرا بیقرار ہوں۔
فیروز ۔ میں تو یونہی دل لگی کرتا ہوں۔
فضیحتا ۔ پر میں تو بے موت مرتا ہوں۔
فیروز ۔ اچھا تو اب ادھر آؤ ۔ مجھ سے نہ ڈرو۔
فضیحتا ۔ پہلے مہربانی کر کے اس اپنے ایک دو کو غلاف میں کر دو۔
فیروز ۔ اچھا یہ لو اب جلد تمہارے پاس جو وصیت نامہ ہے وہ تم مجھے دے دو
فضیحتا ۔ ہیں آپ نے کیا فرمایا؟
فیروز ۔ جو وصیت نامہ تو چرا کر لایا۔
فضیحتا ۔ میری سمجھ میں نہ آیا۔

فیروز - تو پھر میں سمجھاؤں۔
فضیحتا - یہ سمجھانا کیسا
فیروز - پھر یہ بُتّہ بالا کیا۔
فضیحتا - جناب میرے پاس وصیت نامہ کہاں سے آیا - آپ نے یہ کیا سُنایا۔
فیروز - جہاں سے تو لایا۔
فضیحتا - ہاں یہ تو میں جانتا ہوں۔
فیروز - یہ میں مانتا ہوں۔
فضیحتا - اچھا ذرا سوچ لوں - بھائی سچ کہنا - میں نے کس کا وصیت نامہ چرایا تھا۔ یا کوئی کاغذ میرے ہاتھ آیا تھا - نہیں بھلا میں اور چوری کروں توبہ توبہ (ساءنڈ) مگر اس سے میرا فریب نہیں چلے گا۔ بہتر ہے - کہ میں یہاں سے رفو چکر ہو جاؤں - کسی طرح سے اس ایک دو تین سے اپنی جان بچاؤں (فیروز سے) ہاں ہاں مجھے بنانے کیوں ہو - کیا آیا آیا - سرکار۔
فیروز - خبردار۔
فضیحتا - خدا جانے اس جان لیوا چیز کا بنانے والا کون مردود ہوگا - نہ پستول بناتا اور نہ مجھے ایک دو - تین - کر کے ڈراتا۔
فیروز - ارے اب یہ کوسنا کاٹنا رہنے دے جلدی کر نہیں تو دیکھ ایک - دو - تین۔
فضیحتا - کیوں صاحب گھڑی گھڑی ایک دو تین کر کے مجھے کیوں ڈراتے ہو - مارنا ہے تو ایک دفعہ مار دو۔
فیروز - جب تو خوشی سے مرنے کے لئے تیار ہے تو مجھے کب انکار ہے جاؤ - ایک دو۔
فضیحتا - ارے بولو - یارو یہاں کوئی آٹھ آنے کا وکیل یا بیرسٹر ہے جو تدبیر بتائے

تو میں اُسی پر عمل کروں - اور مجھے اس موذی کے پنجے سے چھڑائیے -

فیروز - تو پھر وہ نوشتہ نکالا - اب تک کیوں نہیں -

فضیحتا - نکالتا ہوں بابا نکالتا ہوں -

فیروز - اب کیوں بدحواس ہو گیا -

فضیحتا - ارے ہائے ہائے میرا تو ستیاناس ہو گیا - وہ نوشتہ تو کہیں کھو گیا -
اجی صاحب میں بازار میں روٹی کھانے گیا تھا - تو وہاں کسی نے میری جیب
سے نکال لیا -

فیروز - کیوں پھر وہی چال چلتا ہے - دیکھوں تو تیری مٹھی میں کیا ہے -

فضیحتا - جی کچھ نہیں اس میں کیا ہے -

فیروز - او دغا شعار خبردار یہ جزدان کھول - نہیں تو چھوڑتا ہوں پستول
(وصیت نامہ لیکر) اچھا جا میں نے تجھے زندہ چھوڑ دیا -

فضیحتا - دم نکال لیا - اور مُردہ چھوڑ دیا - اچھا اتنا تو بتا دو - کہ آپ کون صاحب ہیں
اور یہ وصیت نامہ آپ کے کس کام آئے گا -

فیروز - یہ میرے کسی کام میں نہیں آئے گا - جس طرح ایک سے دوسرے کے پاس ہے -
اسی طرح دوسرے سے تیسرے کے پاس جائے گا -

فضیحتا - یعنی -

فیروز - یعنی رضیہ کے پاس -

فضیحتا - ہائیں -

فیروز - کیا ہوا بدحواس ؟

فضیحتا - میرا تو ہو گیا ستیاناس -

فیروز - ابھی کہاں سُن

ے۔ کچھ دیر نہیں اندھیر نہیں انصاف اور عدل پرستی ہے
اس ہاتھ کرو اس ہاتھ ملے یہ سودا دست بدستی ہے

فضیحتا۔ اجی حضور یہ خواہ مخواہ کی زبردستی ہے۔

فیروز۔ خبردار۔ ہوشیار رہنا ایک۔ دو۔ تین۔

فضیحتا۔ ے افسوس گنتے رہ گئے ہم ایک دو تین
وہ دے کے اُڑ گئی ہمیں دم ایک دو تین
گنج شہانہ ہاتھ سے آکر نکل گیا
پلے رہے نہ دام و درم ایک دو تین
میں تو نہ چھوڑتا اُسے پر ہائے کیا کروں
دیتے تھے مجھ کو رنج و الم ایک دو تین
اک ایک وہ تھے دوسرا طمنچہ شرر فشاں
اور تیری صدا اے ستم ایک دو تین

خداوندا میری شادمانی کیا نیلام کی بولی تھی جو پورے ایک دو تین پر ختم ہوگئی۔
صبح دم مرغ سحر بول اٹھا ککڑوں کوں
دل گیا مال گیا رہ گئے ہم ٹڑوں ٹوں

باب دوسرا

سین چوتھا

محل رضیہ

(رضیہ کا معہ سہیلیوں کے آنا)

(سہیلیوں کا گانا)

نائیں مانڈں دی سکھی دی ۔کیدل سمجھاوے کا ہے راڑ مچادے تو ہے لاج نہ آوے ۔ تیرے قربان منتی نان منتوا دی من پیاری ۔ بلہاری ہم واری ناز و ادا کی ہے ۔ جب فوج ساتھ تو پھر خوف کھانے کی ہے کون بات ہیں نہ مانوں گی گھر در سے تھر تھر جیا را لرزے ڈر سے نائیں مانڈں رے ۔

سہیلی ۔ اے حضور آپ کی ہٹ بھی دنیا سے نرالی ہے ۔ کسی سے دو تین باتیں کر لینا کوئی گالی ہے ۔ آپ نے سونے جیسی طبیعت خاک کیوں کر ڈالی ہے ۔

رضیہ ۔ مگر تو جانتی ہے ۔ کہ مجھے تو مردوں سے سخت نفرت ہے ۔

سہیلی ۔ یہ تو سچ ہے ۔ لیکن ایک شریف آدمی کو دروازے سے ٹال دینا یہ بھی خلاف مروت ہے ۔

رضیہ ۔ مگر تو نے یہ کیسے جانا کہ وہ شریف ہے ۔

سہیلی ۔ ڈھنگ سے ڈھنگ سے چال سے ڈھال سے آن سے بان سے ۔ چہرے کی شان سے ۔ طرز زبان سے ۔ شریفوں میں جو شرافت چاہیئے اُس شان سے ۔

رضیہ - تو پھر بلا لوں -

سہیلی - شرافت خوش ہو گی -

رضیہ - اور نہ بلاؤں تو -

سہیلی - انسانیت ناخوش ہو گی -

رضیہ - لیکن انسانیت کو خوش رکھیں تو میری ضد خفا ہوتی ہے -

سہیلی - مگر ضد رکھیے گا - تو مروّت بگڑ کر ہوا ہوتی ہے -

رضیہ - بھئی جی تو نہیں چاہتا خیر بلا لو - ہاں اری سن بھلا تو یہ نہیں کہہ سکتی کہ جناب تھوڑی دیر کے بعد آنا -

سہیلی - بس حضور آپ کو بھی مانا - اے حضور وہ کوئی فقیر ہے - جو کہہ دوں کہ سائیں جی ذرا ٹھہر کے آنا -

(سہیلی کا باہر سے فیروز کو لانا)

فیروز - ؎ عصمت حیا و حسن کو تعظیم عرض ہے -

خاتونِ ذی وقار کو تسلیم عرض ہے -

سہیلی - سنا حضور -

فیروز - اللہ رے غرور - ع بندہ پرور مزاج اچھا ہے -

رضیہ - ع ان سے پوچھو کہ مدعا کیا ہے -

پہلی سہیلی - حضور ہماری حضور ارشاد کرتی ہیں -

فیروز - کیا ارشاد کرتی ہیں -

پہلی - کہتی ہیں کہ خاموشی سے دل سرد ہے آپ تقریر سے گرمائیں اور آپ کا کیا نام ہے - کیا کام ہے - کیوں آئے ہیں - اور آپ یہ فرمائیں کہ کیا ارشاد ہے -

فیروز - ان سے کہو کہ خود پوچھیں ذرا تو روشبستانِ سخن میں کیا شمع زبان رکھ گئی فانوسِ دہن میں -

پہلی - ع اظہار سے مطلب ہے کہ تکرار سے مطلب -

فیروز - ع حضرت سے نہیں ہم کو ہے سرکار سے مطلب -

پہلی - عجیب کینڈے کا مرد ا ہے -

دوسری - اجی حضرت اس میں حجت کیا ہے - آپ اظہار حال کریں
فیروز - اپنی بیگم سے کہو کہ خود سوال کریں -
پہلی - اور میں جو سوال کرتی ہوں -
فیروز - تمہارے سوال کا جواب میرا نوکر دیگا - کیا میں کوئی غلام ہوں - جو لونڈی باندیوں سے ہمکلام ہوں -
دوسری - سچ سچ یہ کوئی بڑے تھان کا معلوم ہوتا ہے -
فیروز - لیجئے ملاقات تمام - ایسے برتاؤ کو ساٹھ سلام -
پہلی - اجی ٹھہرو ٹھہرو -
فیروز - نہیں نہیں مجھے جانے دو -
دوسری - اے حضور آپ ہی پوچھ لیجئے نا - اتنا کھنچنا بھی کیا ضرور ہے مہمان نوازی تو دنیا کا دستور ہے -
رضیہ - خیر میں خود پوچھتی ہوں - اور اس گھر آئی بلا سے پیچھا چھڑاتی ہوں - لیجئے جناب میں حاضر ہوں -
فیروز - اللہ اللہ کیا عالم ہے - اس حسن پر جتنا غرور ہو کم ہے -
رضیہ - جناب کیا کہنا ہے فرمائیے -
فیروز - بے ادبی معاف آنکھوں سے پردہ اٹھائیے -
پہلی - آپ کہیئے نا مہربان باتیں آنکھیں سنتی ہیں یا کان -
فیروز - آنکھ سے آنکھ ملا کر جو بات سنی جاتی ہے وہ بہت جلد سمجھ میں آجاتی ہے -
دوسری - دیکھا بہن مردوے اسی چال سے عورتوں کو پھنساتے ہیں - ایسی ہی باتوں سے اپنی راہ پہ لاتے ہیں -

رضیہ ؎
فرمائیں آپ آئے ہیں کس کام کے لئے
یہ وقت خاص ہے مرے آرام کے لئے

فیروز - ؎
غفلت نے سب تلف کیا قسمت نے جو دیا
آرام کیا آپ نے آرام کھو دیا
آیا چرا کے لے گیا دشمن نکال کر
لایا ہوں اس سے چھین کے رکھیئے سنبھال کر

(وصیت نامہ دینا)

رضیہ ۔ ارے یہ تو وہی کھویا ہوا وصیت نامہ ۔ دغا ۔ فریب دھوکا مکاری دوڑو ۔ دوڑو ۔ چور چور ۔
پہلی ۔ ہائیں ہائیں بیگم کیسا شور بیکل چلاتی ہو ۔ ناحق محلہ والوں کو بلاتی ہو ۔
رضیہ ۔ اری موئی آج پتہ بتایا کہ اسی نے وصیت نامہ چرایا دیکھو چور نکل جائیگا ۔ جلدی پولیس کو بلاؤ ۔
دوسری ۔ ہوش میں آیئے کیا چور ایسے ہوتے ہیں ۔
رضیہ ۔ اور کیسے ہوتے ہیں ۔
پہلی ۔ اے جناب یہ رعب یہ داب یہ آب یہ تاب یہ صورت یہ سیرت یہ وضع یہ قطع یہ شان یہ زبان یہ ترکیب یہ تہذیب یہ اخلاقی یہ اشفاق اور چور کا ان پر اشتباہ خدا کی پناہ ۔
رضیہ ۔ یہ سچ ہے مگر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
دوسری ۔ کیسا اگر مگر آپ نے بھی غضب ڈھایا ۔ اگر اسی شریف آدمی نے چرایا تو پھر واپس دینے کیوں آیا ۔
فیروزہ ۔ بھئی واہ ۔ ؎ عنایت ہو تو ایسی ہو مروت ہو تو ایسی ہو
کسی کے گھر میں مہمانوں کی دعوت ہو تو ایسی ہو
رضیہ ۔ ہے ہے میں نے گھبراہٹ میں یہ کیا کیا ۔ اری تم دونوں منہ کیا دیکھتی ہو اب اس حماقت کا علاج کرو ۔
پہلی ۔ پولیس کو بلاؤ ۔
رضیہ ۔ مجھے دل لگی میں نہ اڑاؤ ۔
دوسری ۔ شکیں بند ہواؤ ۔
رضیہ ۔ آخر کوئی صورتِ تلافی ۔
پہلی ۔ ہاتھ جوڑیئے اور مانگیئے معافی ۔
رضیہ ۔ ارے واہ میں معافی مانگوں اور ہاتھ جوڑوں ۔
دوسری ۔ ہاتھ نہیں جوڑتیں تو پھر پاؤں پڑیئے اب آگے بڑھیئے ۔
رضیہ ۔ تو تو جوتیاں کھائے گی ۔ اچھا تو کس دن کام آئیگی ۔ جا اور میری طرف سے معافی چاہ ۔
پہلی ۔ اے میں کیوں جاؤں ۔
رضیہ ۔ تو کیا میں معافی چاہوں اور ان کے آگے گڑگڑاؤں ۔
دوسری ۔ بیشک آپ ہی کا تو قصور ہے ۔

رضیہ ۔ مگر میرا قصور ہے اور معافی بھی میں مانگوں ۔ یہ کیا ضرور ہے؟

پہلی ۔ یہ بھی خوب ہے۔ موئی الٹی ہوا چلنے لگی ہے اب زمانے میں
خطا بی بی کرے لونڈی پڑے جھگڑا چکانے میں

دوسری ۔ حضور عالی

فیروز ۔ کیا کوئی اور سزا نکالی۔

پہلی ۔ ہماری بیگم صاحبہ سے آپ کا قصور ہوا معاف کیجئے۔

فیروز ۔ بس اب جائیے معاف کیجئے۔

دوسری ۔ حضور یہ تو معافی کا نام سن کر سناٹے میں آگئے ۔ میں ایسوں سے درگذری آپ جائیے اور سمجھائیے۔

رضیہ ۔ مردار تجھے شرم نہیں آتی ہے ۔ ایک اجنبی آدمی سے مڈبھیڑ کراتی ہے۔

پہلی ۔ جائیے تو سہی ۔ دیکھیے خدا سے کیا قبول صورت پائی ہے ۔ گویا گلفام کا چھوٹا بھائی ہے۔

دوسری ۔ مگر ہماری بیگم بھی سبز پری سے کم نہیں۔

رضیہ ۔ نگوڑیو تم دونوں میں ذرا شرم نہیں۔

اسے قربان واقعی حسن ہے ۔ یا خدا کی شان ۔ جناب عالی۔

فیروز ۔ حضور والا۔

رضیہ ۔ آپ کیا خیال فرما رہے ہیں۔

فیروز ۔ اپنی غلطی پر شرما رہے ہیں۔

رضیہ ۔ مجھے اپنی حماقت پر رونا آتا ہے۔

فیروز ۔ اور مجھے آپ کے رونے پر ہنسی آتی ہے۔

رضیہ ۔ آپ مجھے شرماتے ہیں۔

فیروز ۔ اور آپ مجھے بناتی ہیں۔

رضیہ ۔ میں اپنے برتاؤ سے سخت شرمسار ہوں ۔ قصوروار ہوں معافی کی خواستگار ہوں۔

فیروز ۔ بانو اگر ایسے خوبصورت لفظوں میں معافی مانگی جائے تو کس کو دینے سے انکار ہوگا۔

رضیہ ۔ آپ یوں فرمائیں گے تو خطاوار دل اور بھی شکر گذار ہوگا۔

فیروز - اس شکر گذاری کا شکریہ مگر وصیت نامہ سے آپ خبردار رہیئے - عرض یہ ہے کہ صولت اور فضیحتا سے کبھی ہوشیار رہیئے -

رضیہ - یہ وصیت نامہ کس سے آپ کو ہاتھ آیا -

فیروز - معاف کیجئے میں ابھی یہ نہیں بتا سکتا کہ یہ کس سے لایا کہاں سے پایا - وقت آئیگا - تو آپ کو سب کچھ معلوم ہو جائے گا لیجئے تسلیم -

رضیہ - اتنی جلدی خدا کی قسم آپ کے جانے سے تو محفل سونی ہو جائے گی -

پہیلی - محفل تو نہیں البتہ عشق کے تھرمامیٹر کی گرمی دونی ہو جائے گی -

فیروز - معزز بانو مجھے ایک نہایت ضروری کام الوداع کہنے کے لئے مجبور کرتا ہے - ورنہ چمکتے ہوئے چاند کھلے ہوئے پھول اور چہکتی ہوئی قمری کے پاس سے جدا ہونا کون خوشی سے منظور کر سکتا ہے - اور اپنا دل رنجور کر سکتا ہے -

رضیہ - تو میں امید رکھوں کہ آپ اس غریب خانہ پہ دوبارہ تشریف لائینگے ضرور مہربانی فرمائیں گے -

فیروز - اجی ہم تو سیدھے مسلمان ہیں جب ایک بار جنت کا پتہ مل گیا تو ہزار بار آئیں گے -

رضیہ - میں آپ کی تشریف آوری سے خوش ہوں گی -

فیروز - آپ خوش ہوں گی تو میں اپنے نصیب کو مبارک باد دوں گا -

رضیہ - آپ تمام مردوں میں ایک مرد ہیں -

فیروز - آپ تمام عورتوں میں ایک عورت ہیں - اچھا یاد رکھیئگا کہیں بھول نہ جائیگا - خدا حافظ -

رضیہ - آپ بھی ؟

فیروز - بندگی -

رضیہ - خدا حافظ -

(دوگانا)

فیروز اور رضیہ

شادمان شادمان مہربان جگ میں تم سکھ پاؤ سکھ پاؤ جاؤ آ آ آ آؤ - یاد کرونگی صبح و شام - مجھ کو سمجھئے غلام یاد رکھوں گی میں مدام لیجئے میرا سلام شادمان شادمان -
آن ملا تھا اک پردیسی بھول نہ اس کو جانا جی درشن بن ترسیں گی - انکھیاں پھر مکھڑا

دکھلانا جی۔ جانا جی آنا جی شادمان۔

سین ختم

باب دوسرا

سین پانچواں

محل عباسی

(عباسی کا سوتے نظر آنا حنا کا آنا)

حنا۔ روز کی طرح آج بھی گہری نیند میں ہے۔

کنیز۔ ہاں روز کی طرح آج بھی گہری نیند میں ہے۔

حنا۔ خوفناک۔ مرض۔

کنیز۔ پہلے سرکار کا نام لیکر پکارا۔ پھر پہننے کیلئے سیاہ چوغہ اُتارا۔ اس کے بعد لیمپ اُٹھایا۔ پھر میز کی دراز سے خنجر نکال کر کمر سے لگایا۔ پھر خوابگاہ سے چلتی ہوئی دیوان خانہ میں آئیں۔ پھر گھبرائیں اور وہاں سے لوٹ کر صحن میں آئیں کچھ دیر ٹھہریں۔ پھر بڑھیں۔ پھر رکیں۔ پھر مڑیں پھر رینگتی ہوئی غسل خانہ میں پہنچیں۔

حنا۔ وہاں کیا کیا۔

کنیز۔ اس قدر رگڑ رگڑ کے ہاتھوں کو دھویا کہ اگر اتنے پانی سے کسی حبشی کو بھی نہلاتے تو اس کے قدرتی رنگ و روغن ضرور دُھل اور صاف ہو کر بدل جاتے۔

حنا۔ یہ سب کچھ نیند میں کرتی رہی۔

کنیز۔ مُردوں کی سی نیند میں۔

حنا۔ خدائی انتقام۔

کنیز۔ دیکھئے دیکھئے وہ ادھر ہی آرہی ہے۔ اُس کی حالت اسکی بدکرداری کا خاکہ اُڑا رہی ہے۔

حنا۔ قسم ہے۔ اس صانع قدرت کی وہ گہری نیند میں ہے۔

کنیز۔ سنیئے کچھ بولتی ہے یا ویسے ہی کسی چیز کو ٹٹولتی ہے۔

عباسی۔ بجھا دو میرے پیارے بجھا دو۔ میں تم سے کہتی ہوں یہ چراغ اب بجھا دو۔

کنیز۔ سنتی ہو۔

عباسی۔ چور اندھیرے میں آتا ہے۔ گناہ روشنی میں پہچان لیا جاتا ہے۔ اندھیرا وقت کو اندھا بناتا ہے۔ بجھا دو اب چراغ۔ بجھا دو ارے ابھی تک یہ باقی ہے۔

کنیز۔ دیکھو دیکھو وہ اپنے ہاتھوں کو کس طرح رگڑ رہی ہے۔

حسنا۔ کمبخت اس کو وہم ہو گیا ہے کہ نواب اعظم کے بیگناہ خون سے ابھی تک اس کا ہاتھ بھرا ہوا ہے۔

عباسی۔ اے لعنتی داغ دور ہو میں کہتی ہوں۔ (گھنٹہ کی آواز سنائی دیتی ہے)

ایک۔ دو ارے ابھی وقت ہے۔ کام کا یہی وقت ہے۔ شرم شرم میرے پیارے شرم مرد کے سینے میں عورت کا دل کون دیکھتا ہے۔ کس کو معلوم ہوتا ہے۔ کسے خیال تھا کہ بوڑھے جسم میں اتنا خون ہوگا۔

حسنا۔ جتنا اسے خیال ستا رہا ہے۔ اس سے زیادہ جہنم بھی گنہگار کو تکلیف نہیں دے سکتا۔

عباسی۔ کیا یہ ہاتھ کبھی صاف نہ ہوں گے کیا دنیا کے تمام سمندر بھی مل کر میرے ہاتھ سے یہ خون کا داغ دھو سکتے ہیں۔ میرے صاحب تم چونک کر سب بگاڑ دو گے۔ کانپو نہیں۔ زرد نہ ہو۔ داغ۔ لہو کا۔ لہو کا داغ۔ سرخ داغ۔

حسنا۔ کمبخت عورت انسان اس سے زیادہ اپنے دشمن کو کیا سزا دے سکتا ہے۔

عباسی۔ صولت کے گھر میں ایک عورت تھی۔ وہ اب کہاں ہے۔ اف! ابھی تک خون کی بو آ رہی ہے۔ دنیا کے ہر قسم کے عطر اس ہاتھ کو خوشبودار نہیں کر سکتے۔ کون ہے چھری پھینک دو۔ ہاتھ دھو ڈالو۔ چپ۔ چپ۔ چپ۔ (اندر آ جاتی ہے)

کنیز۔ اب اس کی بیماری کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے۔

حسنا۔ اگر میری عقل درست ہے تو میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ عباسی اب اچھی نہیں ہو سکتی۔

کنیز۔ آپ کا یہ مطلب ہے۔ کہ اس کا مرض لاعلاج ہے۔

حسنا۔ وہ حکیم کے عوض عابد اور دوا کے بدلے دعا کی محتاج ہے۔

کنیز۔ یہ آپ نے کیونکر سمجھا۔

حنا۔ کیا وہ اپنے دماغ میں چند چبھنے والے نشتر نہیں رکھتی۔ وہ ہوش میں جو کر چکی ہے۔
کیا اب بیہوشی میں نہیں کہتی۔ (ایک سہیلی اندر سے آتی ہے)

سہیلی۔ غضب مصیبت غلطی سے موت جوان موت۔

حنا۔ کیا ہے کیا ہے۔

سہیلی۔ بیگم کا حال بالکل غیر ہے۔ یا اللہ انہیں کیا ہوا۔

دوسری۔ جذن نے آخر جی لیا۔ ایک شیشی میں زہر پڑا ہوا تھا۔ بیگم نے دوا کے دھوکے میں
پی لیا۔ اُس زہر نے ان کا جی لیا۔

حنا۔ کیا زہر ہاہاہا یہ ہے۔ اپنے ہاتھ سے اپنی سزا یہ ہے۔ قہر خدا!

کنیز۔ میرے خدا دیکھئے وہ آرہی ہے۔ (عباسی کا ہاتھ میں شیشی لیکر آنا)

عباسی۔ پانی پانی آہ پانی۔ میرے بدن سے چنگاریاں نکل رہی ہیں میرے سینے میں آگ کی بھٹی روشن
ہے جس میں میری روح اور تمام قوتیں لکڑیوں کی طرح جل رہی ہیں میری آنتیں جوش کھا رہی ہیں۔

کنیز۔ حضور کیا حال ہے اس قدر کیوں ملال ہے۔

عباسی۔ بدنصیب ہوں۔ نامراد ہوں۔ تنہا چھوڑدی گئی ہوں۔ کیا تم میں کوئی ایسا نہیں جو کوہ ہمالیہ
کی سب سے بڑی چوٹی پر سے جمی ہوئی برف کاٹ کر میرے جلتے ہوئے حلق میں رکھنے کے
لئے لائے کیا تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو اس ملک کے دریاؤں کو اپنا مقررہ راستہ بدل
کر میرے جلتے ہوئے سینے میں سے گذرنے کے لئے سمجھائے۔

سہیلی۔ افسوس۔

عباسی۔ افسوس کیوں کرتے ہو۔ میں تم سے سلطنت نہیں مانگتی۔ بہشت نہیں طلب کرتی
صرف ٹھنڈا پانی مانگتی ہوں مجھے دو گھونٹ پانی دو۔ پانی۔ میں پیاسی ہوں۔

کنیز۔ اگر میرے آنسو سرد ہوتے تو میں اپنی دونوں آنکھیں آپکے سینے پر نچوڑتی۔

سہیلی۔ یہ لیجئے۔ (گلاس دینا)

عباسی۔ یہ پانی ہے زہر ہے۔ آگ ہے تیزاب ہے۔ آہ پیاس پیاس آہ دے میں مرتی

ہوں۔ میں بیقرار ہوں۔ خدا کی قسم اگر کوئی ایک گلاس ٹھنڈے پانی کا لا کر دے تو میں اپنا حسن نعمت و دولت سب کچھ دینے کو تیار ہوں۔

حسنا۔ دیکھ اے آنکھ۔ دنیا اور دنیا کے عیش و آرام کی قیمت موت کے وقت اسکی سمجھ میں آتی ہے۔ جن چیزوں کیلئے اس نے ایسے ایسے گناہ کئے انہیں آج ایک گلاس پانی پر بیچنے والی ہے۔

عباسی۔ آؤ دیکھو۔ دیکھو شیطان مجھے آنکھیں دکھاتے ہیں۔ فرشتے آگ کے کوڑوں سے ڈراتے ہیں۔ جاؤ جاؤ واپس جاؤ۔ اب میرے پاس سے چلے جاؤ۔

حسنا۔ زہر اسکے خون پر اور گناہ اس کے دماغ پر حملہ کر رہے ہیں۔

عباسی۔ موت موت مجھے کیوں پکڑتی ہے۔ میں ابھی جوان ہوں۔ میرے پاس دولت ہے۔ میں ابھی مرنا نہیں چاہتی۔ جا جا اب میرے پاس سے ٹل جا۔

حسنا۔ موت اور زندگی کی جنگ شاید ختم ہوا چاہتی ہے۔

عباسی۔ پانی پانی زہر موت کے ہاتھ کا آتشی خنجر ہے۔ ظالم میری رگوں کی رسیوں کو جن سے زندگی کا جہاز بندھا ہوا ہے کیوں اس طرح کاٹے ڈالتا ہے۔

ف۔ میرے قلب و جگر میں رکھ دیا شعلہ جہنم کا
عوض لیتا ہے مجھ سے زہر منکر خون اعظم کا

پٹاخہ

(نواب اعظم کی روح کا دکھائی دینا)

وہی وہی کیا قیامت سے پہلے زمین کو مردے اگلنے کی اجازت مل گئی ہے۔ جا جا اپنی قبر میں جا۔ کیوں آیا ہے۔ تجھے کس نے بلایا ہے۔ میرے پاس سے ہٹ جا۔

کنیز۔ حضور کس سے باتیں کر رہی ہیں۔

عباسی۔ وہ دیکھو اسے دیکھو۔ سفید کفن زرد چہرہ۔ ڈراؤنی آنکھیں دور ہو۔ دم بولے زندگی کے خالی سائے دور ہو۔ کون کہتا ہے۔ کہ مجھ سے ایسا کار ذلیل ہوا ہے۔ تیرے پاس کیا ثبوت ہے۔ کہ اس خنجر ہی سے تیرا خون ہوا ہے۔

حسنا۔ چھینو چھینو اس نے خنجر کہاں سے پایا۔

کنیز ۔ یہ وہی خنجر ہے۔ جو میرے سامنے اس نے میز سے اٹھایا۔
سہیلی ۔ حضور مجھے ذبح کیجئے ۔
عباسی ۔ جھوٹی ہے ارے روح تو جھوٹی ہے کوئی ثبوت نہیں کوئی داغ نہیں ۔ میں نے مارا۔
نواب اعظم کو مارا ۔ کیا بکتی ہے اس طرح مارا ۔
(عباسی کا اپنے خنجر مار کر مر جانا ۔ ٹیبلو)

باب دوسرا

سین چھٹا

محل رضیہ

(اندر سے دونوں سہیلیوں کا گفتگو کرتے ہوئے آنا)

پہلی ۔ بہن ہماری بیگم تو بالکل بدل گئیں ۔
دوسری ۔ ہاں دیکھو نا چکنے چکنے گال دیکھ کر پھسل گئیں ۔
پہلی ۔ میں تو اب خوب بناؤں گی ۔
دوسری ۔ اور میں کیا نہ ستاؤنگی ؟
پہلی ۔ بس ہم تو مردوں کے جنتر مان گئے ۔
دوسری ۔ اے بہن خدا بچائے ۔ یہ داڑھی مونچھ والے عورتوں کو پھنسانے کے سینکڑوں ہتھکنڈے جانتے ہیں ۔
پہلی ۔ لیجئے وہ آرہی ہیں ۔
دوسری ۔ اے ہے بیگم کا چہرہ کیوں زرد ہے ۔
پہلی ۔ کیا سر میں درد ہے ۔ (رضیہ کا آنا)
رضیہ ۔ آہ ۔
پہلی ۔ کچھ تو بتایئے ۔

رضیہ - جاؤ۔

دوسری - کچھ تو فرمایئے۔

رضیہ - مغز نہ کھاؤ۔

پہلی - ذرا نبض تو دکھایئے۔

رضیہ - مت ستاؤ۔

دوسری - حضور میں تو عورتوں کی دائی ہوں۔

پہلی - اور میں ولایت سے ڈاکٹری پاس کر کے آئی ہوں۔

رضیہ - ادی کیا تم دونوں مجھے بناتی ہو۔

پہلی - کہیئے ع۔ اُلفت کا نام سُن کے بگڑنا کدھر گیا۔

دوسری ع۔ نازاں ہونا روٹھنا لڑنا کدھر گیا۔

پہلی - ۔ وہ چاہت سے تھی جو دل کو عداوت وہ کیا ہوئی

مردوں سے تھی جو آپ کو نفرت وہ کیا ہوئی

رضیہ - ۔ مت پوچھ وہ غرور وہ غصّہ کدھر گیا

وہ ایک نشہ تھا جو مرے سر سے اُتر گیا

(سب کا مل کر گانا)

گانا - جاؤ سکھی پیا کو لے آؤ۔ شام کو میرے انگن لاؤ۔ آج تو رے من میں قلق ہیں نیارے۔ روز پیا کرتے ہیں مجھ سے جو لارے غیروں سے ملنا ملانا جلانا۔ جاؤ۔

(اندر جاتی ہیں)

فضیحتا - (داخل ہو کر) واللہ مجھ سا سیانا سو دیوانہ۔ واللہ وہ تدبیر سوجھی ہے کہ واہ رے واہ رضیہ کو دھوکہ دیکر جنگل میں لے جاتا ہوں۔ اور وہاں زبردستی اس کا صولت سے نکاح پڑھواتا ہوں جب رضیہ صولت کے نکاح میں آگئی تو پھر صولت کے پو بارہ ہیں۔ اور اس کا جو کچھ مال ہے۔ وہ ہمارا ہے۔ پھر کیا پانچوں گھی ہیں اور سر کڑاہی میں دھڑ چوٹھے میں اور میاں فضیحتا عیش و عشرت کے

جھولے ہیں۔ ارے کوئی سامنے آ رہا ہے۔ بیٹا فضیحتا اب پوری کرامات دکھاؤ۔ فقیری کا بھیس لیا ہے۔ تو سچ مچ کے فقیر بن جاؤ۔ دم مدار۔ غم مدار۔ بھائی کی خیر۔ مائی کی خیر۔ نوکر دائی کی خیر۔ باچپٹ۔ صفاچپٹ۔ الم چپٹ علم چپٹ۔ تم چپٹ۔ ہم چپٹ۔

(رضیہ کا مع سہیلیوں کے آنا)

سہیلی۔ ارے موئے بندر۔ کیوں آیا ہے گھر کے اندر؟

فضیحتا۔ دمادم مست قلندر شاہ مچھندر۔ مال مچھندر۔ باہر اندر۔ پالے بندر لوٹے من بھر کھائے چقندر۔ جانے اننز منتز۔ جنتر سات سمندر پار کرے زر دار کرے۔ کنگالوں کو بدحالوں کو قوالوں کو سر والوں کی بے تالوں کو بمبئی کے ناٹک والوں کو۔ رشک دارا فخر سکندر دمادم مست قلندر۔

سہیلی۔ ارے موئے ڈنالی کے ڈھول۔ کچھ مطلب تو منہ سے بول۔ ہمارا مکان تکیہ سمجھا تھا یا مندر۔ جو تو چلا آیا گھر کے اندر۔

فضیحتا۔ بابا ایک پیسہ لونگا سو گالی دونگا۔ گالی بھی گالی دنیا بھر سے نرالی آدھی گوری۔ آدھی کالی۔

سہیلی۔ دہن ڈالی موئے نفرے کو دو پیسہ اور کھاؤ گالی۔

فضیحتا۔ اری او لوٹی ہوئی لٹم لٹ تو نہیں جانتی کہ ہم کون ہیں۔ ہمارے ہی حکم سے ہوا میں جہاز چلتے ہیں۔ سوئی کے ناکے سے اونٹ نکلتے ہیں۔ ہماری بد دعا سے آدمی کیسی کہ میدا ہوتا ہے۔ ہماری کرامات سے بانجھ عورت کے گھر لڑکا پیدا ہوتا ہے۔ ہماری پھونک سے پتھر پگھلتا ہے۔ ہمارے پسینہ سے چراغ جلتا ہے۔

سہیلی ۱۔ تو کیا چلاتا ہے جھوٹ کی ریل۔ ارے موئے تیرا پسینہ ہے یا مٹی کا تیل۔

فضیحتا۔ اری چپ چپ کل کی لڑکی تو فقیروں کا رتبہ کیا جانے۔

سہیلی ۲۔ جانتی کیوں نہیں آج کل لڑکیاں تو پیدا ہوتے ہی سب کچھ پہچانتی بلکہ جانتی ہیں۔

فضیحتا۔ سچ ہے بابا بلکہ جاننے کے بعد پیدا ہوتی ہیں۔

رضیہ۔ یہ کیا شور مچایا ہے۔

سہیلی۔ اے حضور اس بے ڈھنگے زمانے بھر کے لفنگے سے پوچھئے کہ تکیہ سمجھا تھا کہ مندر جو

چلا آیا گھر کے اندر۔

فضیحتا۔ بھول ہے بھول ہے۔ خاک کی پتلی تیری آنکھوں میں دھول ہے۔

مٹی چن چن محل بنایا لوگ کہیں گھر میرا
نا گھر میرا نا گھر تیرا چڑیاں دین بسیرا

اللہ کے پیارے تیری نگری میں لوٹنا ہے کون۔

رضیہ۔ ذرا شک نہیں پورا خدا رسیدہ ہے حضرت سلامت آپ کا نام؟

فضیحتا۔ یا معبود۔ لا موجود بیٹیا نام تو اللہ کا ہے مگر اس مشتِ خاک کا نام جینیت سنگھ غائب غلہ ہے۔

سہیلی۔ جینیت سنگھ غائب غلہ آدھا تیتر اور آدھا بٹیر۔

فضیحتا۔ یہ بھی تیری سمجھ کا ہے پھیر۔

رضیہ۔ مگر آپ کی ذات ہندو ہے یا مسلمان۔

فضیحتا۔ آدھا ہندو آدھا مسلمان۔ دن کو یہودی رات کو کرسٹان۔ آدھا قبرستان آدھا شمشان۔

رضیہ۔ اور میاں مذہب۔

فضیحتا۔ مذہب۔ مذہب۔ رکابیا۔

رضیہ۔ ذرا اس رکابیا مذہب کے عقیدے تو بیان کیجئے۔

فضیحتا۔ پہلا عقیدہ لالیٹ۔ دوسرا بھر پیٹ۔ تیسرا جلد سمیٹ۔ چوتھا لھبیٹ۔ پانچواں جن سیٹھ۔ چھٹا آرام سے لیٹ۔

رضیہ۔ یہ تو کچھ میری سمجھ میں نہیں آیا۔

فضیحتا۔ یہ بڑی دور کی باتیں ہیں۔ تیرے خیال میں نہیں آئیں گی۔

رضیہ۔ یا سائیں داتا۔ مجھ پر کرم فرمائیے۔ کوئی ایسی تدبیر بتلائیے کہ جس سے میرا پیارا میرے قابو میں آجائے۔

فضیحتا۔ اے لڑکی ہم جانتے ہیں۔ تجھے جس بات کا غم ہے مگر یقین رکھ کر اس غم کی میعاد بہت کم ہے۔ اس لئے اب جا اپنے اوڑھنے کی مثال میں پانچ سو ریال اور لفنوڑی

سی ماش کی دال ڈال اور فقیروں کے سوال کے مطابق صدقہ نکال پھر دیکھ کہ کیا ہوتا ہے حال۔

(رضیہ کا اندر جانا)

سہیلی۔ صاحب مجھ پہ بھی مہربانی فرمایئے ذرا میرے شوہر کا پتہ بتایئے۔

فضیحتا۔ افسوس تیرے شوہر نے ملکِ عدم کا ٹکٹ لیا ہے۔

سہیلی۔ ہیں وہ کیسے؟

فضیحتا۔ وہ تقدیر کا بیٹا۔ اُلو کا بیٹا۔ کھاکر موٹر کا جھپٹا۔ خاک کے بستر پہ موت کی گود میں جا لیٹا۔

سہیلی۔ ہائے ہائے مرگئی۔ میں برباد ہوگئی۔

رضیہ۔ (آکر) یا حضرت لیجئے یہ مثال اور وہ تمام مال و منال۔

فضیحتا۔ جا بیٹا اللہ تیرا بھلا کرے گا۔ آج رات کو تو مجھے اپنے باغ کے پیچھے اُدھڑے شاہ لپہ کے مزار پہ آنا۔ جو تعویذ دیں لے جانا۔

رضیہ۔ شاہ صاحب میں تو وہاں نہیں جا سکتی۔

فضیحتا۔ تو پھر ہمارے پیر کا مزار یہاں نہیں آسکتا۔

رضیہ۔ مگر داتا میں اکیلی کس طرح آؤں گی۔

فضیحتا۔ اچھا تو بیٹا دو سہیلیوں کو ساتھ لانا۔ جا اللہ تیرا بھلا کرے گا۔ (سامنے) اللہ تیرا ستیاناس کرے گا۔ واہ واہ اس میں تو ستارے ہی ستارے بھر دیئے۔ میں بتاؤں تو

آسمان سے اونچا بنے عیش پہ آؤں تو برسوں گا ڈھی چھنے مکان چُنے۔ ~

فضیحتا نے بدل کر بھیس جب دھونی رمائی ہے

تو مدت بعد جنگلی فاختہ قبضے میں آئی ہے

(فضیحتا کا جانا)

باب دوسرا

سین ساتواں

جنگل

(ڈاکوؤں کا آنا اور مل کر گانا)

گانا - آؤ دلبر پیارا اجی ہیں تورے بلہاریاں مدوا پیئو مورے پیارے جی ہیں تورے بلہاریاں۔

دوھرا - آؤ پیارے نین میں موندھ پلک توہے لوں

نا میں دیکھوں اور کو نہ توہے دیکھن دوں

آؤ ملیہ پیارا۔

پہلا - آؤ یارو سب یہاں بیٹھ جاؤ - اور کسی کنچنی کو بلاؤ اُس سے گانا سُنیں۔

(طائف کا مع سازندوں کے داخل ہو کر آداب بجا لانا اور گانا)

گانا طوائف کا:- مزا تھا کس غضب کا دیکھنا جورِ ستمگر میں

شہیدِ ناز کو نیند آگئی آغوشِ خنجر میں

نگاہیں ملتے ہی غش ہوگیا مشتاق جاناں کو

خدا جانے بھرا کیا تھا فسونِ چشم فسوں گر میں

جگہ دی ان بتوں کو ہم نے اپنے خانۂ دل میں

بنایا ہم نے بت خانہ خلیل اللہ کے گھر میں

کبھی والشمس پڑھتے ہیں کبھی واللیل یٰسین کو

ہوئے ہیں حافظِ قرآن خیالِ روئے دلبر میں

ہوا کیا ہے اگر غیروں پہ ہے لطف و کرم تیرا

مجھے لینا ہے بالآخر تو ہے میرے مقدر میں

(آنا ڈاکو کا)

ڈاکو - یارو آج ایک مسٹنڈا ہاتھ آیا ہے۔ اسے ماتا جی کی بھینٹ دیں۔ جے۔ دیوی کی جے۔ دیوی کی جے۔ (سب کا جانا)

باب دوسرا

سین آٹھواں

پہاڑی مندر

(ڈاکوؤں کا فضیحتا کو پکڑ کر لانا)

فضیحتا۔ دُنیا میں بھلائی کا بدلہ بُرائی ہے۔ نیکی بڑی منحوس کارروائی ہے۔ میں نے رضیہ اور صولت کو ملایا۔ تو میرے حصے میں خوشی کے بدلے غم آیا۔ راستے میں جاتے جاتے بھیڑیے چمٹ گئے۔ مجھ فرشتۂ رحمت کو یہ لعنتی بھوت چمٹ گئے۔ اب خدا جانے جہنم میں ڈالیں گے۔ یا خود ہی مجھ کو کھائیں گے۔ بھائیو تم لوگ کون ہو؟

پہلا۔ بات کے سچے

دوسرا۔ قول کے پکّے۔

فضیحتا۔ گدھے کے بچّے۔

تیسرا۔ آزادی کے عاشق زار۔

فضیحتا۔ تیرا نام کیا ہے بابا شیریں گفتار۔

چوتھا۔ ٹھاکر داس۔

فضیحتا۔ بابا ٹھاکر داس۔

پہلا۔ تمہارا نام؟

فضیحتا۔ ہمارا نام خبط الحواس

پہلا۔ باپ کا نام۔

فضیحتا۔ الماس بن الماس ابن خناس

دوسرا۔ ملک

فضیحتا۔ مدراس۔

تیسرا۔ بال بچے۔

فضیحتا۔ اُنچاس۔

تیسرا - یعنی - | فضیحتا - ایک کم پچاس -

پہلا - او باپ رے اس کی جورو ہے یا بچوں والی مُرغی -

چوتھا - چلو اب اس جھگڑے کو چھوڑو - اور گوپال گھوس کو بُلا لاؤ - جب تک وہ نہ آئے سب گُڈ - دیوی کو رجھاؤ -

گانا سب کا - دیوی آج پُوجن کاج ہاں ملے تو رے انگن - ہیں من میں مگن بنے ناچن - گائیں تورے سب مل دوس چرن کے پاس لوٹرن کہ آس میری ماتا جے نکاہیں ڈنکا - اے ماتا ہر آن سونا روپا موتی مونگا لاتے پُوجا کو تیری مندر یا جان - دیوی -

فضیحتا - (گانا) ارے پچُھلے میں جھونکو یہ سب سامان، ہُوا ٹھنڈ ا سٹنٹ الانشر سائڈ ہیں، اور بیٹا فضیحتا جب تیری شادی ہوئی تھی جب بھی اتنی دھوم نہ مچی تھی - ارے باپ رے یہ آدمی ہے یا دیو کا بچہؔ -

ایک - جے جے بیتوہان استھان کے کھمبے -

فضیحتا - ہے ہے مُلکِ عدم کی ریل کے کھمبے -

دوسرا - جے جے ماتا جی کے سانڈ -

فضیحتا - ہے ہے بھیروں جی کے بھانڈ -

تیسرا - جے جے کارمہا سُکھ پائی -

فضیحتا - بیٹا فضیحتا اب اجل آئی -

گوپال - چلو داتا کے آگے بڑھو -

فضیحتا - ہاں چلو تمہارے باپ کا مال ہے لے چلو -

سب - داتا نمسکار -

گرو - جیتے رہو بچہؔ جیتے رہو کیا ہو رہا ہے -

فضیحتا - ہو کیا رہا ہے - ہماری شادی ہے - براتیوں کیلئے کھانا نہیں تو ہمارے کھانیکی فکر میں ہیں -

ایک - داتا دیوی کو بھینٹ دے رہے ہیں -

گرو - نہیں بابا یہ ٹھیک نہیں انسان کی قربانی کا حکم دیوی نے کسی کو نہیں دیا -

فضیحتا۔ یہ خدا پرست بھیڑیا ٹھیک کہتا ہے۔

چوتھا۔ برابر سب کا حکم دیا ہے۔

فضیحتا۔ تیرے باپ کے یہاں سنہری حرفوں میں لکھا ہوا پروانہ آیا ہوگا۔ مردود کہیں کا۔

چوتھا۔ چپ رہو۔ نہیں تو مار ڈالیں گے۔

فضیحتا۔ میرا تو پہلے ہی فیصلہ ہو چکا ہے۔

گرو۔ بیٹا تیرا نام

فضیحتا۔ شیخ فضیحتا۔

گرو۔ باپ کا نام

فضیحتا۔ مرزا مجیدہ۔

گرو۔ دادا کا۔

فضیحتا۔ شیخ حمیدہ۔

گرو۔ ٹھکانا بول۔

فضیحتا۔ بمبئی گرانڈ روڈ۔

گرو۔ اچھا بابا تم لوگ ہماری بات نہیں سنتے تو ہم لعنت کر کے جاتے ہیں۔ جیسا کروگے ویسا پاؤگے اور ماتا کے سراپ سے فنا ہو جاؤگے۔

فضیحتا۔ پر مجھے کہاں چھوڑ چلے۔ کیوں فقیر کے لئے کیا حکم ہے۔

تیسرا۔ تمہارے لئے وہی حکم ہے۔

فضیحتا۔ تم ہم کو چھوڑ دو۔

ایک۔ چھوڑ دیں تم کو موت کے دریا میں نہ چھوڑیں۔

فضیحتا۔ نہیں بھائی مجھ کو تو زندگی کے پل ہی پہ کھڑا رہنے دو۔

سب۔ ارے بھاگو بھاگو۔ (پہاڑ کا پھٹنا۔ سب ڈاکوؤں کا بھاگنا)

ڈراپ سین

باب تیسرا

سین پہلا

جنگل

(فیروز کا بمعہ سپاہیوں کے آنا۔)

سپاہی۔ بہادر سردار میں نے اپنے ایک جاسوس سے سنا ہے کہ فضیحتا رضیہ کو جنگل میں

جنگل میں بہکا کر لایا ہے اور صولت کے ساتھ اُس کی شادی کرانا چاہتا ہے۔ اگر آپ اس کی مدد کو نہ جاویں گے۔ تو بیچاری رضیہ ضرور قتل کی جائے گی۔

فیروز۔ اچھا جاؤ اور فوراً نصیحتا کو گرفتار کر کے لاؤ صولت سے میں خود سمجھ لوں گا۔ (جانا)

(رضیہ کو لیئے صولت کا آنا)

صولت۔ رضیہ اِدھر دیکھو۔ اِس جگہ کو دیکھو اس وقت کو دیکھو۔ یہ ایک میدان ہے۔

رضیہ۔ ہاں۔

صولت۔ اور بالکل سنسان ہے۔

رضیہ۔ بس صولت رات آدھی سے زیادہ گذر چکی ہے۔

صولت۔ قدرت کے سوا تمام دنیا مر چکی ہے۔ اور تم عورت ہو۔

رضیہ۔ ٹھیک۔

صولت۔ اور تنہا ہو۔

رضیہ۔ یہ بھی ٹھیک۔

صولت۔ اگر کسی کے ہاتھ میں خنجر آبدار ہو۔

رضیہ۔ یا اللہ

صولت۔ اور تمہارا خون کرنے کو تیار ہو۔

رضیہ۔ او خدا۔

صولت۔ چپ سنو۔ ایسی جگہ ایسا وقت اگر ایسا واقعہ رو بکار ہو تم اپنی حفاظت کرنے سے لاچار ہو۔ خنجر کے ایک ہی وار میں رگوں سے روح باہر نکال دی جائے گی اور لاش جنگلی جانوروں کی غذا بننے کے لیئے کسی گڑھے میں کھینچ کر ڈال دی جائے گی۔

رضیہ۔ مجھے تمہاری باتوں سے خوف معلوم ہوتا ہے

صولت۔ بیشک تم خوف کی حالت میں ہو۔

رضیہ۔ تو مجھے اس خوفناک حالت سے نکالو۔ بھائی ہو رحم کرو۔ بچالو۔

صولت۔ ایک شرط سے ایک ذریعہ سے

رضیہ۔ بولو۔ کہو۔ اظہار کرو۔

صولت۔ وہ شرط یہ ہے کہ تم مجھے پیار کرو۔

رضیہ۔ میں شرط کیوں نبھاؤں گی۔ خدا کی قسم میں تم کو چاہتی ہوں اور آج سے زیادہ چاہونگی۔

صولت۔ مگر کیسے؟

رضیہ۔ جس طرح بہن اپنے بھائی کو چاہتی ہے۔ ویسے۔

صولت۔ چپ رہو۔ میں ایسے چاہنے کو نہیں چاہتا۔ اگر اپنی حالت سے خبردار ہو۔ اس جگہ سے

بیزار ہوں۔ آزادی کا پیارا ہو۔ تو ایک بیوی کی طرح محبت کرنے کو تیار ہو؟

رضیہ۔ یا اللہ تم کیا چاہتے ہو۔ میری عصمت کی بربادی۔

صولت۔ نہیں عزت محبت اور شادی۔

رضیہ۔ دور ہو۔ مجھے چھوڑ دو۔ جانے دو جس کا ظالم ہاتھ اپنے باپ کے خون سے رنگین ہے
اس سے شادی کرنا محبت کی بے عزتی اور نکاح کی توہین ہے۔

صولت۔ رضیہ اب ضدیں بے سود ہیں گواہ اور قاضی اسی درخت کے پاس موجود ہیں۔ اگر
انکار ہوگا۔ تو پھر یہ خنجر تمہارے جگر کے پار ہوگا۔ اور اسی میدان میں مزار ہوگا۔ اگر تم
مر گئیں تو تمہیں یہاں کوئی رونے والا بھی نہیں۔

رضیہ۔ موت برحق ہے۔ مگر منہ کا نوالہ بھی نہیں۔

صولت۔ زندگی اور موت کا فیصلہ اب دو ہاتھ پر ہے۔

رضیہ۔ ع چار دن کی چاندنی ہے پھر اندھیری رات ہے۔

صولت۔ ع یاد رکھ ہوں ثانی ضحاک ظلم و جبر میں۔

رضیہ۔ ع جبر کا اپنے نتیجہ پائے گا تو قبر میں۔

صولت۔ ع دیکھ تو اس وقت ہے اپنی قضا کے سامنے

رضیہ۔ ع ظلم کا انصاف ہوگا اُس خدا کے سامنے۔

صولت۔ ع مٹا دوں گا تجھے تو کیا ہے۔ تیری خدا پرستی کیا۔

رضیہ۔ ع خدا چاہے تو یوں اڑ جائے تو کیا تیری ہستی کیا۔

صولت۔ ع مری سُن مان کر دُنیا میں کچھ دن اور جینا ہے۔

رضیہ۔ ع کرے جو مرد ہو کر ظلم عورت پر کمینہ ہے۔

صولت۔ بس بردار نابکار۔ اگر شادی سے انکار ہے تو اس دُنیا میں تیرا زندہ رہنا بیکار
ہے تو موت کی سزاوار ہے۔

رضیہ۔ او خدا۔ او خدا۔ میری مدد فرما۔ اور اس موذی کے ہاتھ سے بچا۔

صولت۔ ع ہو چکا نالہ و فریاد جھکا سر اپنا۔ (فیروز کا آنا)

فیروز - ع بس وہیں روک قدم پھینک دے خنجر اپنا ۔

صولت - کوئی شدّاد کا ہمزاد کہ فرعون ہے تو ٭ لقمۂ شیر قضاء جلد بتا کون ہے تو

فیروز - میں فیل مست ہوں جو گر شمال دے ٭ میں وہ ہوں جو پہاڑ کو ٹھوکر سے ٹال دے

دوزخ کا زلزلہ ہوں سزا ہو قضا ہوں میں ٭ تیری بدی کیواسطے قہرِ خدا ہوں میں

صولت - جا جا بد اطوار - بد شعار - خدائی خوار - کیا دُنیا سے بیزار ہے جو موت کا طلب گار ہے

اور میرے مقابلے کے لئے تیار ہے ۔

سامنے اک اژدہے خونخوار کے ہو سو چکے ٭ موت کا ہوں دانت کھا جاؤنگا تجھ کو نہ چبا

ٹھوکریں کھاتا پھریگا سر خس و خاشاک میں ٭ چل گیا یہ ہاتھ تو یہ جسم ہوگا خاک میں

فیروز - بس رہنے دے یہ چرب زبانی رجز خوانی کیا تو نہیں جانتا یہ تیغ اصفہانی دشمن زندگانی

دم بھر میں کرتی ہے فانی ۔

تجھ جیسے ہزاروں کو پچھاڑا ہے قضا نے ٭ لوہے کیلئے آگ بنائی ہے خدا نے

وہ دم میں فنا کرتا ہے مغرور بشر کو ٭ مچھر نے کچل ڈالا تھا نمرود کے سر کو

صولت - تجھے اس فاحشہ عورت کے مدد سے کیا سروکار ہے کیا تو اس کا دوست یا رشتہ دار ہے ۔

فیروز - بیشک ہوں ۔ خدا نے دُنیا ایک ہی آدم سے پیدا فرمائی ہے ۔ اس لئے ہر ایک آدمی ایک

دوسرے کا بھائی ہے ۔

صولت - تو مجھے بیوقوف معلوم ہوتا ہے ۔ فیروز - اور تو مجھے بزدل معلوم ہوتا ہے ۔

صولت - اگر تو عقلمند ہوتا تو پرائی آگ میں کودنا تجھ کو ہرگز پسند نہ ہوتا ۔

فیروز - اگر تو بہادر ہوتا تو مرد ہو کر ایک غریب عورت کے ستانے کا آرزومند نہ ہوتا ۔

صولت - نا سزا بس بند اب تقریر لعنت بار کر! ادھر تلوار اٹھا بڑھ اور مجھ پہ وار کر ۔

(دونوں کا لڑنا صولت کا زیر ہونا)

فیروز - بول او مغرور اب وہ رجز خوانی کیا ہوئی ٭ دھمکیاں غصہ جوانی بہادرانی کیا ہوئی

چاک کر دوں دل جگر وہ لن ترانی کیا ہوئی

رضیہ - بس رحم اے مرد ارحم ۔ فیروز - کاٹ لوں ناپاک سر ۔

رضیہ۔ بس رحم اے سردار رحم۔

(صولت کو گرفتار کر کے لے جانا) (ٹیبلو)

باب تیسرا

سین دوسرا

جنگل

فضیحتا۔ شکر ہے اللہ کا کہ بجہ بڑیوں کے پنجوں سے رہائی پائی۔ آج تک میں نے جو نیکیاں کی تھیں وہ اس وقت کام آئیں لاحول ولا ان گدھوں نے مجھے صدقہ کا بکرا جان لیا تھا جو حلال کرنے کا ارادہ ٹھان لیا تھا۔ خیر ہوئی کہ موقعہ پر قدرت نے ڈانٹا زلزلہ سے جنتیوں کو دھر لگا تھا ورنہ اس زور سے پڑتا موت کا چانٹا کہ سر بھی جاتا پس کر آٹا۔ میاں صولت روتے ہوتے اور میاں فضیحتا قبر کی مسہری پر پاؤں پھیلائے سوتے ہوتے موئی موت کا نصیبا جاگا سر پہ پاؤں رکھ بھاگا۔ گرتے پڑتے اس جا آئے۔ جان بچی لاکھوں پائے۔ (آنا جمعدار کا)

جمعدار۔ خبردار او مکار۔

فضیحتا۔ ابے تو کون ہے نابکار اگر اپنی سلامتی درکار ہو تو یہاں سے فرار ہو۔

جمعدار۔ اور اگر تجھے زندگی درکار ہو تو کھڑا رہ۔ ورنہ موت کے لئے تیار ہو۔

فضیحتا۔ زبان سنبھال موت کے منہ میں ہاتھ نہ ڈال۔

جمعدار۔ ورنہ کیا ہوگا۔

فضیحتا۔ ابھی موت کی ٹرین میں سوار کر کے قبرستان کے اسٹیشن پر بھیج دیا جائے گا۔

جمعدار۔ میں جانتا ہوں کہ تیرے خیال کے انجن میں غرور کی اسٹیم کچھ زیادہ بڑھ گئی ہے۔ جو زبان کی ریل آدمیت کی پٹڑی سے اتر گئی ہے۔

فضیحتا۔ جا بھائی جا مقابلہ کے پلیٹ فارم سے ہٹ جا ورنہ موت و حیات کے جنکشن سے

سے کٹ جا۔ نہیں تو بقا کی لین سے فنا کی لین پر بھیج دیا جائیگا۔

جمعدار۔ زبان تو شیخیوں کا دھواں اُڑاتی ہے مگر آنکھوں کی سُرخ لالی دہشت کا سگنل دکھاتی ہے۔

فضیحتا۔ جا بھائی جا۔ خاکساری کے ویٹنگ روم میں جاکر سو جا۔

جمعدار۔ بس اب زبان کی ڈاک گاڑی کو ٹھیرا۔

فضیحتا۔ اے خدا گنج کے پسنجر کیا سچ مچ موت کا ٹکٹ لے لیا ہے۔

جمعدار۔ میں نے اب لین کلیر دیا۔ تو تم سمجھ لینا کہ موت کا سگنل دیا ہے۔

(سیٹی بجانا دو سپاہیوں کا آکر فضیحتا کو گرفتار کرنا)

فضیحتا۔ ؎ کہاں سے آئی یہ فوج جرار الٰہی توبہ الٰہی توبہ ۔ ہوئے جو آفت میں ہم گرفتار الٰہی توبہ الٰہی توبہ

جمعدار۔ ؎ بھلا ئے تو نے جو قول و اقرار الٰہی توبہ الٰہی توبہ ۔ بڑا ہی فتنہ بڑا ہی مکّار الٰہی توبہ الٰہی توبہ

(سب کا فضیحتا کو پکڑ کر لے جانا)

باب تیسرا

سین تیسرا

محل رضیہ

(رضیہ کا اندر سے گاتے ہوئے آنا)

گانا رضیہ۔ ؎ اے صنم مکھڑا اپنا ہے کیا ہی پیارا چاند کو ۔ رات میں نے تیرے دھوکے میں پکارا چاند کو

رات کو بیٹھے پری فرشتوں کو جو تو آیا نظر ۔ نام کر دل سے وہیں فوراً اُتارا چاند کو

چاند بجلی میں چھپا اور تو بھی چھپ ہو گیا ۔ رات جو آیا نظر جلوہ تمہارا چاند کو

چاند چاند دیکھ میرے سورج کی سواری آتی ہے۔

(رضیہ کا اندر چلے جانا۔ بعد میں فیروز کا آنا)

فیروز۔ بس بس یہ ڈینگیں رہنے دے۔ ؎

اسی کے حسن دلکش کی بدولت دلربا ہے تو ۔ وگرنہ گھاس ہے یا پتیاں بس اور کیا ہے تو

چمن میں بلبلوں کے سامنے شرما دونگا تجھ کو۔ میں اپنے پیارے ہاتھوں سے سزا دلوا دونگا تجھ کو!

(آنا رضیہ کا)

رضیہ۔ جناب آپ یہاں ہیں میں تو سمجھی تھی کہ مطالعہ فرما رہے ہونگے۔ یا غمگیں پھولوں سے جی بہلا رہے ہوں گے۔

فیروز۔ ہاں پیاری رضیہ میں ابھی آیا ہوں۔ اور ایک زبردست چور کو بھی آپ کے پاس گرفتار کر کے لایا ہوں۔

رضیہ۔ کیا چور۔

فیروز۔ جی

رضیہ۔ کہاں ہے۔

فیروز۔ یہ ہے۔

رضیہ۔ یہ پھول۔

فیروز۔ جی ہاں یہی نامعقول۔

رضیہ۔ اس نے کیا چیز چرائی ہے۔

فیروز۔ تمہاری رعنائی تمہاری دلربائی۔ تمہاری خوش ادائی۔ یہ بہار اس حسن کی ہے۔ یہ ہنسی ان ہونٹوں کی ہے۔ یہ رنگت ان گالوں کی ہے یہ خوشبو ان بالوں کی ہے۔

قید کا قتل کا پھانسی کا سزاوار ہے یہ
حسن کا چور ہے مجرم ہے گنہگار ہے یہ

رضیہ۔ جناب بخش دیں میری نظر میں تو غریب کا کوئی قصور نہیں اور اگر ہو بھی تو مجرم کو سزا دینا میرا دستور نہیں۔

فیروز۔ اگر آپ سزا دینا نہیں چاہتی ہیں تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ آپ اس چور کی ہمت بڑھاتی ہیں۔ اور دوسرے انسانوں کو چوری کرنا سکھاتی ہیں۔

رضیہ۔ ماشاء اللہ آپ تو بالکل وکیلوں کی طرح بحث کرتے ہیں۔

فیروز۔ جی وکیل کیا میں تو آج کل عشق کے ہائیکورٹ کا بیرسٹر ہو رہا ہوں۔

رضیہ۔ تو بیرسٹر صاحب میں بحیثیت ایک جج آپ کے کیس کو ڈسمس کرتی ہوں۔

فیروز۔ نہیں جج صاحب آپ مہربانی کریں۔ اور اپنے فیصلہ پہ خود ہی نظر ثانی کریں۔

رضیہ۔ اجی جناب اگر میں اپنے مجرموں کا فیصلہ مطابق انصاف کرتی تو آپ کو جو سب سے بڑے مجرم ہیں۔ کیوں معاف کرتی۔

فیروز۔ تو کیا میں نے بھی کوئی قصور کیا ہے۔

رضیہ۔ ضرور کیا ہے۔

فیروز۔ میری کیا خطا پائی۔

رضیہ۔ جو اس وقت عمل میں آئی۔

فیروز۔ اس نے تو چوری کی ہے۔

رضیہ۔ تو آپ نے سینہ زوری کی ہے۔

ے دونوں میرے مجرم ہیں دونوں کا ایک قرینہ ہے ۔۔ اس نے زلف لوٹی ہے تو آپ نے دل کو چھینا ہے

فیروز ۔ اس تہمت کو ہٹ دھرمی اور سینہ زوری کہتے ہیں ۔۔ دل کو دیکھ کر دل لینا کیا اسکو چوری کہتے ہیں۔

رضیہ ۔ دل کا لینا دینا کیا سب دُنیا کی طراری ہے ۔۔ آپ کوئی سوداگر ہیں یا بیدی کوئی بیوپاری ہے

فیروز ۔ پیاری رضیہ ہم دونوں کے بیوپاری ہونے میں شک ہی کیا ہے جس روز قاضی صاحب شادی کے اقرار نامہ پر ہم دونوں سے دستخط کرائیں گے۔ تو اس روز سے رضیہ فیروز کے ہاتھ اور فیروز رضیہ کے ہاتھ ہمیشہ کے لئے بک جائیں گے۔ (دونوں کا مل کر گانا)

گانا ۔ پھیکے شفق تو زرد ہو گالوں کے سامنے ۔۔ پانی بھرے گھٹا ترے بالوں کے سامنے

پھیروا کلیجے اٹھے مورے پیر۔ تم بن ناہیں ٹیرے میںکا دھیر باںکا۔

سانورا موراپیروا جیسے دو دھاری کٹار ادے رام

بھول کی کمان تک تک بان ظلم کر کے ہاں پھیروا۔

سین ختم

باب تیسرا

سین چوتھا

جیل خانہ

صولت ۔ (صولت حسنا کی تصویر سے باتیں کر رہا ہے) تو کہتی ہے کہ میں حسنا ہوں۔ میری آنکھیں بھی کہتی ہیں کہ تو حسنا ہے۔ مگر حسنا کے دل میں محبت ہونٹوں پر تسلی۔ آنکھوں میں ہمدردی پائی جاتی تھی۔ حسنا تو مجھے غمگین دیکھ کر گھنٹوں آنسو بہایا کرتی تھی۔ مگر تو میری طرف سے بالکل بے پروا ہے۔ تیرے پاس نہ میرے لئے افسوس ہے۔ نہ تسکین ہے نہ ہمدردی کے آنسو ہیں۔ دُور ہو اے مُردار کافر ہو تو حسنا نہیں ہے۔ بلکہ میری قسمت کی بُرائی ہے جو حسنا کی شکل بنا کر میری ذلت کا تماشہ دیکھنے آئی ہے۔

(بھیس بدل کر آنا)

حسنا ۔ افسوس میری طرح میری تصویر بھی بد نصیب ہے۔ غریب تصویر تو کیوں نہیں اس کے

سلوک کی شکایت کرتی ہے کیا میری طرح تو بھی اس سے محبّت کرتی ہے؟

صولت" کدھر گئی۔ کہاں گئی۔ تو نے دیکھا وہ کہاں ہے؟"

حسنا۔ (ظاہر ہو کر) کون ہے؟

صولت۔ حسنا میری پیاری حسنا یہ ہے! ہاں ہاں تو حسنا ہے۔ وہی رحم اور محبت والی حسنا ہے۔ تو ضرور میرے زخمی دل پر تسلی کا مرہم لگاتی۔ ضرور میری مصیبت پر آنسو بہاتی۔ مگر تیرے چپ رہنے کا سبب یہ ہے۔ کہ میری مصیبت دیکھ کر تیرے ہوش و حواس کھو گئے ہیں۔ تیرے نہ رونے کی وجہ یہ ہے۔ کہ افسوس کے شعلوں سے تیری آنکھ کے تمام آنسو خشک ہو گئے ہیں۔ بول بول میں اپنے ان ملعون ہاتھوں کو جنہوں نے تیرے ہاتھ کی بے ادبی کی ہے۔ توڑ دوں۔ کاٹ دوں۔ پیس دوں حسنا اب اِدھر آ۔

حسنا۔ ارشاد۔

صولت۔ یہ کیا ہے۔

حسنا۔ تصویر۔

صولت۔ کس کی۔

حسنا۔ عورت کی۔

صولت۔ جھوٹ کی

حسنا۔ کیوں

صولت۔ یہ جھوٹ ہے۔

حسنا۔ وجہ

صولت۔ جھوٹ ہے۔

حسنا۔ حضور۔

صولت۔ بے شعور عورت کیا ایسی فرمانبردار ہوتی ہے۔ عورت کیا ایسی وفا شعار ہوتی ہے۔ عورت تو لالچی۔ عیش و عشرت میں مست دولت و غرض پرست اور بدکار ہوتی ہے۔ یہ عورت نہیں فرشتہ ہے حور ہے۔ نور ہے یہ محبت کرتی ہے۔ سچّی محبت وہ محبّت جس کے لئے زمانہ ترستا ہے۔ وہ محبت جس کے پالئے جانے کے بعد انسان بہشت کو ہیچ سمجھتا ہے۔

حسنا۔ میں نے سُنا ہے۔ کہ اس سے زیادہ عباسی آپ سے محبّت کرتی ہے۔

صولت۔ عباسی میری زندگی کو تاریک بنانے والا سایۂ شیطان کی اکلوتی بیٹی دنیا کی بدترین مخلوق، او خدا تیرے پاس جتنی طاقتیں ہیں عباسی کی روح سے انتقام لینے میں صرف کر دے۔

حسنا۔ نہیں جناب وہ مرچکی اب یوں کہیئے۔ کہ خدا اسے معاف کردے۔

صولت۔ معاف کردے بخش دے جاؤ دور ہو۔ نکل جا شیطان کے لئے معافی چاہتی ہے لعنت کے لئے رحم مانگتی ہے۔ جا جا مجھے اب کبھی منہ نہ دکھانا۔ جب میں کنگال حالت میں اپنی قسمت پر ماتم کرتا ہوا مرجاؤنگا تو میری قبر پر ٹھوکر مارنے آنا۔

حسنا۔ کیا میں چلی جاؤں۔ آپ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔

صولت۔ اگر تو میری محبت چاہتی ہے۔ اور میرے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔ تو عباسی کے خیال پر خاک ڈال دے۔ عباسی اور اس کی محبت تیرے جسم کے جس حصہ میں ہو اُسے وہاں سے کھینچ کر نکال دے۔ اگر روح میں ہوگی تو میں روح کو ناس کر کے جسم کو چاہوں گا۔ اگر جسم میں ہوگی تو جسم کو برباد کر کے روح کو پیار کروں۔ اگر دونوں میں ہوگی۔ تو دونوں کو فی النار کروں گا۔ دونوں میں نہیں تو دونوں کو پیار کرونگا۔ میں تجھے بہت پریشان کرتا ہوں۔

حسنا۔ ذرا نہیں۔

صولت۔ نہیں میں تجھے پریشان کرتا ہوں۔ معاف کردے۔ تو فرشتہ ہے کیونکہ ایک ناشکرے انسان کے لئے چار روز سے برابر تکلیفیں ہی تکلیفیں اُٹھا رہی ہے ؎

جکڑے ہوئے عنایتوں سے بند بند ہیں ٭ دل جسم روح سب ترے احسان مند ہیں
بھلا کر سنا ؤں گا ہر ایک اہل عدم کو میں ٭ رکھوں گا یاد قبر میں بھی اس کرم کو میں

حسنا۔ ؎ کیں خدمتیں تو آپ پہ احسان کیا کیا ٭ انسان پر جو فرض ہے وہ فرض ادا کیا

صولت۔ خوشی! خوشی! میرے لئے نہیں پیدا ہوئی۔ ایسے بے معنی لفظ کو میری قبر کے پتھر پر کھودنے کیلئے رکھ چھوڑ۔ آج سے کچھ روز پیشتر تھوڑی سی خوشی ہاتھ آئی تھی۔ وہ خوشی میری تقدیر دوسروں کی تقدیر سے بھیک مانگ کر لائی تھی۔

حسنا۔ آپ کس پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ خدا پر۔ وہ خداوند کریم رحیم ہے پھر مایوس ہونے کی کیا وجہ ہے۔

صولت۔ اس دنیا میں مایوسی اور ابدی تاریکی کے سوا میرے لئے کیا رکھا ہے۔ خون۔ ظلم۔ چوری۔ ڈاکہ یہ سب بڑے گناہ ہیں۔ اور ان سب کے لئے معافی ہے۔ مگر میں نے ان سب سے بڑا گناہ کیا ہے۔ تو جانتی ہے۔ کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے۔

حسنا - وقت کو بُرائی میں گنوانا۔
صولت - نہیں۔
حسنا - والدین کو ستانا۔
صولت - نہیں۔
حسنا - خدا کو بھول جانا۔
صولت - نہیں۔
حسنا - غریب کو ستانا۔ کسی کا دل دُکھانا۔
صولت - ہاں غریب کو ستانا۔ دل دُکھانا دوست بن کر دوست کے گلے پر چھری چلانا۔ فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ میں نے وہ ظلم ڈھایا ہے۔ حسنا میری دوست تھی۔ دوست کو میں نے خود ستایا ہے۔
حسنا - اگر خدا کی قدرت پائندہ ہے۔ تو حسنا زندہ ہے۔ اور آپکو تسلی دینے کیلئے یہاں آئیگی۔
صولت - ٹھہر ٹھہر تو بھی میری طرح دیوانی ہے۔ یا مجھے اور دیوانہ بنانا چاہتی ہے۔ کیا اس دُنیا میں انسان اس ذلیل دُنیا میں دوبارہ واپس آسکتا ہے؟
حسنا - خدا میں سب قدرت ہے۔ فرض کرلو کہ ایسا ہو تو آپ اس کے ساتھ کیا سلوک کرینگے۔
صولت - ؎ قربان ہونگا ہر دم اس بادفا صنم پر ٭ آنکھیں بچھاؤں گا میں اُس کے قدم قدم پر
یہ جان صدقے ہوگی یہ دل فدا کروں گا ٭ جتنی جفائیں کی تھیں اتنی وفا کروں گا
حسنا - ؎ اے آسمان سن اے تارو گواہ رہنا ٭ وعدہ پہ اپنے قائم اے رشک ماہ رہنا

(لباس بدلنا)

صولت - یا خدا یہ کیا؟ حسنا تو زندہ ہے۔
حسنا - نہیں نہیں پریشانی کی کیا ضرورت ہے۔ دیکھ لو یہ وہی شکل وہی صورت ہے نہ گھبراؤ۔ نہ گھبراؤ۔ آؤ میرے پاس آؤ۔ میرے سینے سے لگ جاؤ۔
صولت - حسنا حسنا - ؎

مجرم ہوں پُر قصور ہوں تقصیر وار ہوں ٭ مستوجب سزا ہوں تیرا گنہگار ہوں
لیکن تو نیک دل ہے سخی ہے کریم ہے ٭ کر دے گنہ معاف کہ میں شرمسار ہوں
حسنا - ؎ شکر خدا کہ آج میں تم کو عزیز ہوں ٭ آقا ہو تم ہمیشہ میں تمہاری کنیز ہوں

(ٹیبلو)

باب تیسرا

سین پانچواں

راستہ

فضیحتا۔ کشتیٔ مسکین فضیحتا در بھنور افتادہ است۔

ڈگمگوں ڈگمگوں میکند از توجہ —— واہ رے تقدیر تیرا بھی کیا کہنا ہے۔ دیوی ماتا کے بھوگ سے خدا خدا کر کے بچے تو جیل خانہ کے مضبوط کاٹک میں پھنسے۔ ڈاکوؤں سے خدا نے چھڑایا تو جاسوسوں نے آگلا دبایا۔ اور اس مصیبت میں آ پھنسا یا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھ کو کیوں پکڑ لائے ہیں۔ میری ممیائی نکالیں گے۔ یا کچا ہی چبائیں گے۔

(سائڈ کیطرف دیکھکر) اے باری تعالیٰ یہ تو پھر وہی ایک۔ دو۔ تین کی مشین والا۔ (فیروز کا آنا)

فیروز۔ کمبخت بگلا بھگت بہروپیا بنا ہے۔

فضیحتا۔ (خود سے) میں اس کا جواب کچھ نہیں دونگا۔ (گونگا بن جاتا ہے)

فیروز۔ کیوں سائیں داتا کچھ اونچا سنتے ہو۔

فضیحتا۔ (خاموش رہتا ہے۔)

فیروز۔ میں نے کیا کہا آپ کو سنائی نہیں دیتا۔

فضیحتا۔ (سائڈ میں) نہیں۔

فیروز۔ افسوس بیچارہ گونگا ہے۔

فضیحتا۔ جی ہاں۔

فیروز۔ آپ کو یہ مرض کب سے ہوا ہے۔

فضیحتا۔ تیرے آتے ہی۔

فیروز۔ خدا جانے بیچارے کی زبان کب کھلے گی۔

فضیحتا۔ اے تو ابھی دفع ہو جائے تو میرا منہ کھل جائے۔

فیروز۔ تو تم کو بہت تکلیف ہوتی ہوگی۔

فضیحتا۔ ہاں ہاں۔

فیروز۔ تو میں تم کو اس مصیبت سے نکالدوں؟

فضیحتا۔ آپ کی بڑی مہربانی۔

فیروز۔ چلو تم سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ ایک موکل میرے تابع ہے۔ منتر پڑھکر تمہارے مرض پر چھوڑتا ہوں۔

فضیحتا۔ یارب العالمین اس نے پھر نکالی وہی ایک دو تین والی مشین۔

فیروز۔ بپیرم خیر مقدم خیر حضرت شاہ قدیرم منتر پڑھ ایک دو تین اور خیرم خیر۔

فضیحتا۔ مار ڈالا مار ڈالا۔
فیروز۔ ابے کیوں کیا ہوا۔
فضیحتا۔ ہونا کیا تھا اچھا ہو گیا۔
فیروز۔ ابے تو تو گونگا تھا۔
فضیحتا۔ مگر اب بولنے لگ گیا ہوں۔
فیروز۔ وہ کیسے۔
فضیحتا۔ اس دُکھ بھنجن کو دیکھ کر۔
فیروز۔ دیکھی اس چیز کی کرامات کتنی جلدی گنگنے لگے بات۔
فضیحتا۔ یہ شیطان مجھے ضرور پہچان گیا ہے۔ دیکھئے سرکار میں کوئی فقیر وقیر نہیں ہوں۔
فیروز۔ تو۔
فضیحتا۔ میں تو وہی تمہارا ایک۔ دو۔ تین والا فضیحتا ہوں۔
فیروز۔ کون فضیحتا ابے واہ یار۔ تجھے تو بھروپیا بننا بھی خوب آتا ہے۔
فضیحتا۔ مگر آپ میرے بھی اُستاد ہیں بس مجھے اب یہاں سے جانے دو سرکار۔
فیروز۔ اچھا اگر پیدل نہیں سوار۔
فضیحتا۔ تو آپ کیا میرے واسطے پالکی منگائیں گے۔
فیروز۔ بلشبہ ہم تم کو چار کے کاندھے پر اٹھوائیں گے۔
فضیحتا۔ ہیں کیا آپ میرا جنازہ اٹھوائیں گے۔
فیروز۔ ہاں تو اس میں کیا قباحت ہے۔ تم کو مرجانے کی عادت ہے۔ چلو جلدی سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ ایک دو تین۔
فضیحتا۔ ہیں پھر وہی ایک بیل میاں تم آدمی ہو یا بیل بار بار چکّر لگاتے۔ اس منحوس منتر کے باہر نہیں جاتے ہو۔ آخر گھڑی گھڑی ایک دو کی صدائے بے ہنگام سنانے سے تمہارا مطلب؟
فیروز۔ مطلب یہ ہے۔ کہ ایک دو تین کرکے تیرا خاتمہ کرنا چاہتا ہوں۔
فضیحتا۔ مگر اس مشقت سے کیا حاصل ہو گا؟
فیروز۔ یہی کہ تو سیدھا جہنّم داخل ہو گا۔
فضیحتا۔ جگہ تو میرے دوست نے اچھی تجویز کی ہے۔ جناب اُس پُر تکلّف جگہ پر بھیجنے کی کچھ خطا یا تقصیر؟
فیروز۔ ایک آدمی کو پانی میں ڈبونے وصیّت نامہ چرانے کی تقصیر!
فضیحتا۔ ایک آدمی کو پانی میں ڈبویا۔ وصیّت نامہ چرایا۔ کس نے مجھے وصیّت نامہ چراتے دیکھا ہے؟

فیروز۔ ؎ دیکھنا کیسا وہ خود ہی آگیا ؛ جس کو دعوٰے ہے وہ تجھ کو پا گیا

(حسنا کا روح کی شکل بن کر آنا)

فضیحتا۔ کون حسنا کی روح خدایا یہ کیا آفت آئی۔ جو تازہ قیامت لائی۔

فیروز۔ نہ آفت ہے نہ قیامت ہے فقط تیرے اعمالوں کی شامت ہے۔

حسنا۔ ہاں ؎ جسے ڈھونڈتا تھا مرا دل یہی ہے ؛ وہ موذی ستمگر وہ قاتل یہی ہے

فضیحتا۔ میں مرا میں جلا میں فنا ہوا۔

فیروز۔ ؎ دیکھ اور پہچان ہے نا یہ وہی تاراج غم ؛ جو ترے ہاتھوں سے پہنچی ہے سوئے ملک عدم

تو نہیں گر جانتا تو یہ۔

فضیحتا۔ مر گئے بیٹا فضیحتا۔ ہائے ہائے۔

حسنا۔ بھڑک بھڑک لے جہنم کی آگ بھڑک۔ اے انتقام کی بجلی کڑاک۔

فضیحتا۔ ہائے ہائے اس نے تو کڑک بھڑک کر کے میری جان آدھی کر دی۔

حسنا۔ تیرا نام فضیحتا ہے۔

فضیحتا۔ جی ہاں آپ نے بجا فرمایا۔ زندگی بھر میں پہلی ہی مرتبہ سچ بولنے کا موقعہ آیا۔

حسنا۔ تونے کبھی وصیت نامہ پہ انصاف کیا۔

فضیحتا۔ مگر اس کو تو اس کو دو تین کی مشین نے کھا لیا۔

حسنا۔ اور تو نے ہی مجھ کو دریا میں ڈبویا تھا۔

فضیحتا۔ ہاں سچ ہے۔ میرے اُستاد۔

فیروز۔ جواب دے او بد نہاد۔

حسنا۔ صولت کو بھی تو نے ہی آوارہ اور خراب کیا۔

فیروز۔ بول اس جرم کا بھی تو نے ارتکاب کیا۔

فضیحتا۔ مگر قدرت ہی نے مجھے شریف کاموں کے لئے انتخاب کیا۔

حسنا۔ اور رضیہ کو بھی تو نے ہی چھپایا تھا نمک حرام

فیروز۔ جواب دے او نافرجام۔

فضیحتا۔ ارے قدرت کے کام اور بیچ میں فضیحتا خان بدنام۔

حسنا۔ اچھا تو اب خدا کے گھر چلو۔
فضیحتا۔ نہیں ایسا نہ کرو مجھے چھوڑ دو۔ میں اب پکا وعدہ کرتا ہوں۔ کہ جب میری موت آئے گی۔ تو میں خوشی سے مر جاؤں گا۔
حسنا۔ باتیں نہ بناؤ۔ میں دوزخ کے فرشتوں سے وعدہ کر آئی ہوں کہ تمہارے لئے میں دنیا سے ناشتہ لاتی ہوں۔
فضیحتا۔ توبہ توبہ تم بیرسٹروں کی سی باتیں کرتی ہو۔ اے اقتدار والی۔ روح جس طرح تو مجھے لے جانے پر قادر ہے۔ اسی طرح چھوڑ دینے پر بھی قادر ہے۔
حسنا۔ ہاں تاکہ مجھ جیسے بے گناہوں کو روز خون کے دریا میں غوطے دیا کرے۔
فضیحتا۔ نہیں خاتون میں تیرے سامنے قسم کھاتا ہوں۔
حسنا۔ بھلا مجھے کیونکر اعتبار آئے۔ آج قسم کھائے اور کل پلٹ جائے۔
فضیحتا۔ پلٹ کیسے جاؤں۔ تم نے تو پلیگ کی طرح میرا گھر دیکھ لیا ہے۔
حسنا۔ ہاں اتنا یقین ہے۔ فضیحتا۔ میں قسم کھاتا ہوں۔
فیروزہ۔ کہ کبھی قول کا پاس نہ کروں گا۔ وعدے کا لحاظ نہ کروں گا۔
فضیحتا۔ ارے ٹھہر یار تو، کیوں دخل در معقولات دیتا ہے۔ حضور آپ فرمادیں۔ تو میں روزے رکھوں۔ نماز پڑھوں۔ زکوٰۃ دوں۔ لمبی لمبی تسبیح پھیراؤں۔ مکے کا حاجی بن جاؤں۔
حسنا۔ اچھا تو قسم کھا کہ خدایا میں بدی سے باز آیا۔ کبھی کسی سے برائی نہ کرونگا۔ اور ہمیشہ بھلائی کرونگا۔
فضیحتا۔ اور کبھی بھولے سے ہو جائے تو حسنا۔ ہاں تو پھر پکڑوں گردن اور گھونٹوں گلا۔
فضیحتا۔ اچھا اچھا ایسا نہ کرو۔ میں نے سب باتیں مان لیں۔ حسنا۔ اچھا تو اب میرے پاس آؤ۔
فضیحتا۔ نہیں نہیں بانو صاحبہ پاس آنے کی بات نہیں زندہ مردے کا کیا ساتھ تم ہنسی ہنسی میں میری جان قبض کر لو تو پھر میں کیا کروں گا۔
حسنا۔ ارے احمق سن میں بھی تیری طرح ایک انسان ہوں۔
فضیحتا۔ کیا انسان ایسے ہوتے ہیں۔ حسنا۔ اور کیسے ہوتے ہیں۔
فضیحتا۔ ایسے ہوتے ہیں۔ حسنا۔ دیکھ میں تیرا ہاتھ پکڑتی ہوں۔
فضیحتا۔ نہیں نہیں آپ مجھے چھوئیں نہیں۔ تم نے مجھے چھوا۔ اور میں دوزخ کے فرشتوں کا نوالہ ہوا۔

حسنا - اچھا تو مجھ کو چھوڑو۔

فضیحتا - اگر چھری خربوزے پر گرے یا خربوزہ چھری پر گرے - یہ تو ایک ہی بات ہے۔ مثلاً چار تئے بارہ اور تین چوک بارہ سب برابر۔

حسنا - کمبخت تو اب ہمارا اعتبار کر۔

فضیحتا - ایسے میں خود زمانہ بھر کا چور ہوں۔ اعتبار کیسے کروں۔

حسنا - دیکھو ہوا کا جسم نہیں ہوتا۔

فضیحتا - ہائے ہائے مار ڈالا - مار ڈالا۔

حسنا - ارے گھبرا مت گھبرا مت - دیکھ حسنا زندہ ہے۔

فضیحتا - ہیں یہ تو سچ مچ زندہ ہے۔ پاکدامن بانو آپ موت کے منہ سے کیسے نکل آئیں۔

حسنا - خیر وہ داستان پھر سن لینا - اب تم اس واقعہ سے عبرت پکڑو۔ اور آئندہ کے لئے توبہ کرو۔ اپنے گناہوں کی خدا سے معافی چاہو۔ اور ہمیشہ کے لئے نیک بن جاؤ۔

فیروز - ارے جواب دے شیطان۔

فضیحتا - اچھا میں توبہ کرتا ہوں - اور ناک بھی رگڑتا ہوں اور ناٹک والوں سے بالوں کی ٹوپی لایا تھا۔ یہ بھی واپس دیدیتا ہوں بس اب میں بالکل سدھر گیا ہوں۔ تم لوگ بھی سدھر جاؤ اور جینک یہ کمپنی اس شہر میں ہے۔ روز ناٹک دیکھنے کے لئے آؤ یا کریم یا رحیم۔ (سب کا جانا)

باب تیسرا

سین چھٹا

محل رخشن گاہ

(سب کا بیٹھے ہوئے دکھائی دینا)

فیروز - بھائی صولت میں اپنی بہن حسنا کو آپ سے منسوب کرتا ہوں۔

صولت - بھائی فیروز میں بھی اپنی جان سے زیادہ عزیز بہن رضیہ کو آپ سے منسوب کرتا ہوں۔

اہل زمیں پہ صورت سیر فلک رہو۔ زندہ رہو نہال رہو حشر تک رہو۔

فضیحتا - یا کریم یا رحیم۔

صولت - ہیں یہ کون ہے؟

حسنا - آپ نہیں جانتے۔

صولت - نہیں۔

حسنا - کہیں دیکھا ہوگا۔

صولت - نہیں۔

حسنا۔ آپ اس کو بالکل نہیں پہچانتے۔ صولت۔ واللہ ہم تو اسے نہیں جانتے۔

حسنا۔ اجی یہ وہی آپ کے پرانے مصاحب فضیحتا خان ہیں۔

صولت۔ ہیں کون فضیحتا کیا تجھ کو خدا کے ہاں سے ابھی موت کا خلعت نصیب نہیں ہوا۔ بندوں کو دھوکا دیتے دیتے اب خدا کو بھی دھوکا دینے لگا ہے۔

حسنا۔ نہیں نہیں اب یہ راہ راست پر آگیا ہے۔

صولت۔ میرا تو یہ ایمان ہے کہ شیطان کا راہ راست پر آنا آسان ہے اس خناس کا راہ راست پر آنا خارج از امکان ہے۔

فضیحتا۔ جناب یہ آپ کا بے جا گمان ہے پہلے بندہ ایک معمولی ایماندار تھا۔ اب پکا مسلمان ہے جو انسان ہے وہ گناہ ضرور کرتا ہے۔ اور جو گناہ نہیں کرتا ہے وہ فرشتہ ہے اور جو گناہ کر کے شیخیاں مارتا ہے۔ وہ شیطان ہے اور جو گناہ کر کے پچھتاتا ہے وہ ولی ہے۔ خداوند کریم سب کو نیک ہدایت دے۔ آمین آمین آمین۔

صولت۔ بہن رضیہ تمہیں دولت مند ہونے کی مبارکباد!

رضیہ۔ بھائی صاحب یہ جو کچھ ہے سب تمہارا ہے میں تو برائے نام مالک ہوں۔ تمہیں ہر چیز پر اختیار ہے۔

فضیحتا۔ جناب ہبہ نامہ کے طفیل میں نے بہت دکھ اٹھایا ہے آپ نے میرا حصہ کچھ نہیں تجویز فرمایا ہے یہ سراسر ناانصافی ہے۔ لائیے لائیے اور کچھ نہیں تو آٹھواں حصہ ہی مجھے مرحمت فرمائیے اب دیر نہ لگائیے یا کریم یا رحیم۔

حسنا۔ کیوں فضیحتا ابھی سے اپنا ایمان بدلنے لگا۔ دولت کے نام پر مرنے لگا۔

فضیحتا۔ تو جناب ہم تمام عمر کیا کرینگے۔ کہاں سے کھائینگے۔ کیا اب چکلہ میں دلالی کرینگے۔ پیٹ کیسے بھرینگے؟

حسنا۔ اب تک کیا کرتے تھے۔

فضیحتا۔ خود را فضیحت دیگراں را نصیحت۔ ایک کی دولت ماری۔ اور دوسرے کا مال غارت۔

رضیہ۔ بھائی فضیحتا تم نیک چلنی سے یہاں رہنا تمہاری تقدیر کا حصہ بھی تمہیں ضرور مل جائے گا۔

فضیحتا۔ بہت خوب یا کریم یا رحیم۔ (سب کا ملکہ خوشی منانا۔ اور سہیلیوں کا ناچنا گانا)

گانا سہیلیاں۔ آؤ ملکر سکھیاں گاویں۔ مناویں رنگ رلیاں۔ راکھے تاج سر گیانی دائم قائم رہے راجدھانی۔ بیری۔ دوتی دکھ پاویں۔ آؤ۔ (رقص و نغمہ ٹیبلو)

ڈراپ

مطبوعہ نشاط پریس، آرام باغ روڈ، کراچی